مسدسِ حالی

تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

24.00
16.75

40.75

Hāli

مُسدّسِ حالی

Musaddas-i Hāli

ناشران:- تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور و کراچی

پہلا دیباچہ

۱۲۹۶ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

بُلبل کی چمن میں ہمزبانی چھوڑی ۔۔۔ بزمِ شعرا میں شعر خوانی چھوڑی
جب سے دلِ زندہ تُو نے ہم کو چھوڑا ۔۔۔ ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

بچپن کا زمانہ جو کہ حقیقت میں دُنیا کی بادشاہت کا زمانہ ہے ایک ایسے دلچسپ اور پرِ فضا میدان میں گزرا جو گُلفت کے گرد و غبار سے بالکل پاک تھا۔ نہ وہاں ریت کے ٹیلے تھے نہ خار دار جھاڑیاں تھیں۔ نہ آندھیوں کے طوفان تھے نہ بادِ سموم کی لپٹ تھی۔

جب اس میدان سے کھیلتے کُودتے آگے بڑھے تو ایک اور صحرا اس سے بھی زیادہ دلفریب نظر آیا جسکے دیکھتے ہی ہزاروں ولولے اور لاکھوں اُمنگیں خود بخود دل میں پیدا ہو گئیں۔ مگر یہ صحرا جس قدر نشاط انگیز تھا اُسی قدر وحشت خیز تھا۔ اسکی سر سبز جھاڑیوں میں ہولناک درندے چھپے ہوئے تھے اور اس کے خوشنما پودوں پر سانپ اور بچھو لپٹے ہوئے تھے جونہی اس کی حد میں قدم رکھا ہر گوشہ سے شیر و پلنگ اور مار و کژدم نکل آئے۔ باغ جوانی کی بہار اگرچہ قابل دید تھی مگر دنیا کی مکروہات سے دم لینے کی فرصت نہ ملی نہ خود آرائی کا خیال آیا۔ نہ عشق و جوانی کی ہوا لگی۔ نہ وصل کی لذت اُٹھائی نہ فراق کا مزا چکھا۔ ۔۔۔ پنہاں تھا دام سخت قریب آشیانے کے ۔۔۔ اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

البتہ شاعری کی بدولت چند روز جھوٹا عاشق بننا پڑا۔ ایک خیالی معشوق کی چاہ میں برسوں دشتِ جنوں کی وہ خاک

اُڑائی کہ قیس و فرہاد کو گرد کر دیا۔ کبھی نالۂ نیم شبی سے رُبعِ مسکوں کو ہلا ڈالا۔ کبھی چشمِ دریا بار سے تمام عالم کو ڈبو دیا۔ آہ و فغاں کے شور سے کرّوبیوں کے کان بہرے ہو گئے۔ شکایتوں کی بوچھاڑ سے زمانہ چیخ اُٹھا۔ طعنوں کی بھرمار سے آسمان چھلنی ہو گیا۔ جب رشک کا تلاطم ہُوا تو ساری خدائی کو رقیب سمجھا۔ یہاں تک کہ آپ اپنے سے بدگمان ہو گئے۔ جب شوق کا دریا اُمنڈا تو کششِ دل سے جذبِ مقناطیسی اور قوتِ کہربائی کا کام لیا۔ بارہا تیغِ ابرو سے شہید ہوئے اور بارہا ایک ٹھوکر سے جی اُٹھے۔ گویا زندگی ایک پیراہن تھا کہ جب چاہا اُتار دیا اور جب چاہا پہن لیا۔ میدانِ قیامت میں اکثر گذر ہوا۔ بہشت و دوزخ کی اکثر سیر کی۔ بادہ نوشی پر آئے تو خُم کے خُم لنڈھا دیئے اور پھر بھی سیر نہ ہوئے۔ کبھی خانۂ خمار کی چوکھٹ پر جبہہ سائی کی۔ کبھی مے فروش کے در پر گدائی کی۔ کفر سے مانوس رہے ایمان سے بیزار رہے۔ پیرِ مُغاں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ برہمنوں کے چیلے بنے۔ بُت پُوجے۔ زُنّار باندھا۔ قشقہ لگایا۔ زاہدوں پر پھبتیاں کہیں۔ واعظوں کا خاکہ اُڑایا۔ دیر اور بُت خانہ کی تعظیم کی۔ کعبہ اور مسجد کی توہین کی۔ خدا سے شوخیاں کیں۔ نبیوں سے گستاخیاں کیں۔ اعجازِ مسیحی کو ایک کھیل جانا۔ حُسنِ یوسفی کو ایک تماشا سمجھا۔ غزل کہی تو پاک شُہدوں کی بولیاں بولیں۔ قصیدہ لکھا تو بھاٹ اور بادخوانوں کے مُنہ پھیر دیئے۔ ہر مشتِ خاک میں اکسیرِ اعظم کے خواص بتلائے ہر چوبِ خشک میں عصائے موسوی کے کرشمے دکھائے۔ ہر نمرودِ وقت کو ابراہیم خلیل سے جا ملایا۔ ہر فرعونِ بے سامان کو قادرِ مطلق سے جا بھڑایا۔ جس کے مدّاح بنے اسے ایسا بانس پر چڑھایا کہ خود ممدوح کو اپنی تعریف میں کچھ مزا نہ آیا۔ غرض نامۂ اعمال ایسا سیاہ کیا کہ کہیں سفیدی باقی نہ چھوڑی ؎

چو پرسشِ گنہم روزِ حشر خواہد بُود　　تمسکاتِ گناہانِ خلق پارہ کنند

بیس برس کی عُمر سے چالیسویں سال تک تیلی کے بیل کی طرح اسی ایک چکر میں پھرتے رہے اور اپنے نزدیک سارا جہاں طے کر چکے۔ جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہُوا کہ جہاں سے چلے تھے اب تک وہیں ہیں۔

شکست رنگِ شباب و ہنوز رعنائی　　درآں دیار کہ زادی ہنوز آنجائی

نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو دائیں بائیں آگے پیچھے ایک میدان وسیع نظر آیا جس میں بے شمار راہیں چاروں طرف کُھلی ہوئی

تھیں اور خیال کے لئے کہیں عرصۂ تنگ نہ تھا جی میں آیا کہ قدم آگے بڑھائیں اور اس میدان کی سیر کریں مگر جو قدم بیس
برس تک ایک چال سے دُوسری چال نہ چلے ہوں اور جن کی دوڑ گز دو گز زمین میں محدود رہی ہو ان سے اِس وسیع
میدان میں کام لینا آسان نہ تھا۔ اِسکے سوا بیس برس کی بیکار اور نکمی گردش میں ہاتھ پاؤں چُور ہو گئے تھے اور طاقتِ
رفتار جواب دے چکی تھی۔ لیکن پاؤں میں چکر تھا اِس لئے نچلا بیٹھنا بھی دُشوار تھا۔ چند روز اسی تردد میں یہ حال رہا کہ ایک
قدم آگے پڑتا تھا دُوسرا پیچھے ہٹتا تھا۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک خُدا کا بندہ جو اِس میدان کا مرد ہے ایک دُشوار گزار رستے میں
رہ نورد ہے۔ بہت سے لوگ جو اُسکے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھے رہ گئے ہیں۔ بہت سے ابھی اس کے ساتھ اُفتاں و
خیزاں چلے جاتے ہیں۔ مگر ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہیں پیروں میں چھالے پڑے ہیں۔ دم چڑھ رہا ہے۔ چہرہ پر ہوائیاں اُڑ
رہی ہیں۔ لیکن وہ اُولوالعزم آدمی جو ان سب کا رہنما ہے۔ اسی طرح تازہ دم ہے نہ اسے رستے کی تکان ہے نہ ساتھیوں
کے چھوٹ جانے کی پروا ہے۔ نہ منزل کی دُوری سے کچھ ہراس ہے۔ اسکی چتون میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی
طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہے وہ آنکھیں بند کر کے اسکے ساتھ ہو لیتا ہے اس کی ایک نگاہ اِدھر بھی پڑی اور اپنا کام کر
گئی بیس برس کے تھکے ہارے خستہ و کوفتہ اسی دُشوار گزار رستہ پر پڑ لئے۔ نہ یہ خبر ہے کہاں جاتے ہیں نہ یہ معلوم ہے
کہ کیوں جاتے ہیں۔ نہ طلبِ صادق ہے نہ قدمِ راسخ ہے نہ عزم ہے نہ استقلال نہ صدق ہے نہ اخلاص ہے مگر ایک زبردست
ہاتھ ہے کہ کھینچے لئے چلا جاتا ہے۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں　　　دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

زمانہ کا نیا ٹھاٹھ دیکھ کر پُرانی شاعری سے دل سیر ہو گیا تھا اور جھوٹے ڈھکوسلے باندھنے سے شرم آنے لگی تھی۔ نہ یاروں
کے اُبھاروں سے دل بڑھتا تھا۔ نہ ساتھیوں کی ریس سے کچھ جوش آتا تھا مگر یہ ایک ناسُور کا منہ بند کرنا تھا جو کسی نہ کسی
راہ سے تراوش کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے بخاراتِ درونی جن کے رُکنے سے دم گھٹا جاتا تھا، دل و دماغ میں تلاطم کر
رہے تھے۔ اور کوئی رخنہ ڈھونڈتے تھے۔ قوم کے ایک سچے خیر خواہ نے (جو اپنی قوم کے سوا تمام ملک میں بارسی نام سے
پکارا جاتا ہے اور جس طرح خود اپنے پُر زور ہاتھ اور قوی بازو سے بھائیوں کی خدمت کر رہا ہے۔ اسی طرح ہر اپاہج اور نکمے

کو اسی کام میں لگانا چاہتا ہے) اگر ملامت کی اور غیرت نہ لائی کہ حیوان ناطق ہونے کا دعویٰ کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھ کام نہ لینا بڑے شرم کی بات ہے ؎

رو چو انساں لب بجنباں در دہن ورجمادی لافِ انسانی مزن

قوم کی حالت تباہ ہے۔ عزیز ذلیل ہو گئے ہیں شریف خاک میں مل گئے ہیں۔ علم کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ دین کا صرف نام باقی ہے۔ افلاس کی گھر گھر پکار ہے۔ پیٹ کی چاروں طرف دہائی ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور بگڑتے جاتے ہیں۔ تعصب کی گھنگھور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہے۔ رسم و رواج کی بیڑی ایک ایک کے پاؤں میں پڑی ہے۔ جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہے۔ امرا جو قوم کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں غافل اور بے پروا ہیں۔ علما جن کو قوم کی اصلاح میں بہت بڑا دخل ہے زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے ناواقف ہیں۔ ایسے میں جس سے جو کچھ بن آئے تو بہتر ہے ورنہ ہم سب ایک ہی ناؤ میں سوار ہیں اور ساری ناؤ کی سلامتی میں ہماری سلامتی ہے۔ ہرچند لوگ بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں مگر نظم جو کہ بالطبع سب کو مرغوب ہے اور خاص کر عرب کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے قوم کے بیدار کرنے کیلئے اب تک کسی نے نہیں لکھی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ اور تدبیروں سے کیا ہوا جو اس تدبیر سے ہوگا۔ مگر ایسی تنگ حالتوں میں انسان کے دل پر ہمیشہ دو طرح کے خیال گزرتے رہے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ ہم کو کچھ کرنا چاہئے۔ پہلے خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ نہ ہوا۔ اور دوسرے خیال سے دنیا میں بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہوئے۔

درفیض ست منشیں از کشائش ناامید ایں جا برنگِ دانہ از ہر قفل می روید کلید ایں جا

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ — اور وہ ایسا خدا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو جاتے ہیں تو مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے

ہرچند اس حکم کی بجا آوری مشکل تھی اور خدمت کا بوجھ اٹھانا دشوار تھا۔ مگر ناصح کی جادو بھری تقریر جی میں گھر کر گئی۔ دل سے ہی نکلی تھی دل میں جا کر ٹھہری۔ برسوں کی بجھی ہوئی طبیعت میں ایک ولولہ پیدا ہوا۔ اور باسی کڑھی میں ایک ابال آیا۔ افسردہ دل بوسیدہ دماغ جو امراض کے متواتر حملوں سے کسی کام کے نہ رہے تھے انہیں سے کام لینا شروع کیا اور ایک مسدس کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کے مکروہات سے فرصت بہت کم ملی۔ اور بیماریوں کے ہجوم سے اطمینان کبھی نصیب نہ ہوا مگر ہر حال میں یہ

دُھن لگی رہی۔ بارے الحمد للہ کہ بہت سی دقتوں کے بعد ایک ٹوٹی پھوٹی نظم اس عاجز بندہ کی بساط کے موافق تیار ہو گئی۔ اور ناصح مشفق سے شرمندہ نہ ہونا پڑا۔ صرف ایک اُمید کے سہارے پر یہ راہِ دُور دراز طے کی گئی ہے۔ ورنہ منزل کا نشان نہ اب تک ملا ہے اور نہ آئندہ ملنے کی توقع ہے ؎

خبرم نیست کہ منزل گہِ مقصود کجاست این قدر ہست کہ بانگِ جرسے مے آید

اس مسدس کے آغاز میں پانچ سات بند تمہید کے لکھ کر اول عرب کی اس ابتر حالت کا خاکہ کھینچا ہے جو ظہور اسلام سے پہلے تھی اور جس کا نام اسلام کی زبان میں جاہلیت رکھا گیا ہے۔ پھر کوکب اسلام کا طلوع ہونا اور نبی اُمی کی تعلیم سے اس ریگستان کا دفعۃً سرسبز و شاداب ہو جانا اور اس ابرِ رحمت کا امت کی کھیتی کو رحلت کے وقت ہرا بھرا چھوڑ جانا اور مسلمانوں کا دینی و دنیوی ترقیات میں تمام عالم پر سبقت لے جانا بیان کیا ہے۔ اسکے بعد اُن کے تنزل کا حال لکھا ہے اور قوم کیلئے اپنے بے ہنر ہاتھوں سے ایک آئینہ خانہ بنایا ہے جس میں آکر وہ اپنے خط و خال دیکھ سکتے ہیں کہ ہم کون تھے اور کیا ہو گئے۔ اگرچہ اس جانکاہ نظم میں جس کی دشواریاں لکھنے والے کا دل اور دماغ ہی خوب جانتا ہے بیان کا حق نہ مجھ سے ادا ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے مگر شکر ہے کہ جس قدر ہو گیا اتنی بھی اُمید نہ تھی۔ ہمارے مُلک کے اہلِ مذاق ظاہر اس رُوکھی پھیکی سیدھی سادی نظم کو پسند نہ کرینگے کیونکہ اس میں تاریخی واقعات ہیں یا چند آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ ہے یا جو آج کل قوم کی حالت ہے اُسکا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ نہ کہیں نازک خیالی ہے، نہ رنگین بیانی۔ نہ مبالغہ کی چاٹ ہے۔ نہ تکلف کی چاشنی ہے۔ غرض کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اہلِ وطن کے کان مانوس اور مذاق آشنا ہوں اور کوئی کرشمہ ایسا نہیں ہے کہ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی بشر کے دل میں گزرا) گویا اہلِ دہلی و لکھنؤ کی دعوت میں ایک ایسا دسترخوان چُنا گیا ہے جس میں اُبالی کھچڑی اور بے مرچ سالن کے سوا کچھ نہیں مگر اس نظم کی ترتیب مزے لینے اور واہ واہ سننے کیلئے نہیں کی گئی۔ بلکہ عزیزوں اور دوستوں میں غیرت اور شرم دلانے کیلئے کی گئی ہے۔ اگر دیکھیں اور پڑھیں اور سمجھیں تو اُن کا احسان ہے ورنہ کچھ شکایت نہیں

حافظ وظیفہ تو دُعا گفتن است و بس
دربند آن مباش کہ نشنید یا شنید

دُوسرا دیباچہ

متعلق بہ ضمیمہ

سنہ ۱۳۰۳ھ

حدیثِ دردِ دلآویز داستانے ہست
کہ ذوق بیش دہد چوں دراز تر گردد

مُسدس مدوجزرِ اسلام اوّل ہی اوّل سنہ ۱۲۹۶ھ میں چھپ کر شائع ہُوا تھا۔ اگرچہ اِس نظم کی اشاعت سے شاید کوئی مُعتد بہ فائدہ سُوسائٹی کو نہیں پہنچا۔ مگر چھ برس میں جس قدر قبولیت و شہرت اِس نظم کو اطرافِ ہندوستان میں ہُوئی وہ فی الواقع تعجب انگیز ہے۔ نظم بالکل غیر مانُوس تھی اور مضمون اکثر طعن و مُلامت پر مشتمل تھے قوم کی بُرائیاں چُن چُن کر ظاہر کی گئی تھیں اور زبان سے تیغ و سنان کا کام لیا گیا تھا۔ ناظم کی نسبت قوم کے اکثر ابرار و اخیار مذہبی سُوءِ ظن رکھتے تھے۔ تعصّب عمُوماً کلمۂ حق سُننے سے مانع تھا۔ بااین ہمہ اس تھوڑی سی مُدت میں یہ نظم مُلک کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ ہندوستان کے مُختلف اضلاع میں اس کے سات آٹھ ایڈیشن اب سے پہلے شائع ہو چُکے ہیں۔ بعض قومی مدرسوں میں اس کا انتخاب بچّوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ مولُود شریف کی مجلسوں میں جا بجا اس کے بند پڑھے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ اس کو پڑھ کر بے اختیار روتے اور آنسُو بہاتے ہیں۔ اس کے بہت سے بند ہمارے واعظوں کی زُبان پر جاری ہیں۔ کہیں کہیں قومی ناٹک میں اس کے مضامین

ایکٹ کئے جاتے ہیں۔ بہت سے مسدس اسی کی روش پر اسی بحر میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اکثر اخباروں میں موافق و مخالف ریویو اس پر لکھے گئے ہیں۔ شمال مغربی اضلاع کے سرکاری مدارس میں عام قبولیت کی وجہ سے اس کو تعلیم میں داخل کر دیا گیا ہے یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نے اس کی طرف کافی توجہ کی ہے۔ مگر اس پر مصنف کو کچھ فخر کرنے کا محل نہیں ہے۔ اگر قوم کے دل میں متاثر ہونے کا مادہ نہ ہوتا تو یہ اور ایسی ایسی ہزار نظمیں بے کار تھیں۔ پس مصنف کو اگر فخر ہے تو صرف اس بات پر ہے کہ اس نے زمین شور میں تخم ریزی نہیں کی اور پتھر میں جونک لگانی نہیں چاہی۔ اس نے ایک ایسی جماعت کو مخاطب گردانا ہے جو بے راہ ہے پر گمراہ نہیں ہے وہ رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں مگر رستے کی تلاش میں چپ و راست نگراں ہیں۔ ان کے ہنر مفقود ہو گئے ہیں مگر قابلیت موجود ہے۔ ان کی صورت بدل گئی ہے۔ مگر ہیولیٰ باقی ہے۔ ان کے قویٰ مضمحل ہو گئے۔ مگر زائل نہیں ہوئے۔ ان کے جوہر مٹ گئے ہیں مگر جلا سے پھر نمودار ہو سکتے ہیں۔ ان کے عیبوں میں خوبیاں بھی ہیں مگر چھپی ہوئی۔ ان کے خاکستر میں چنگاریاں بھی ہیں مگر دبی ہوئی۔

یہ نظم جس میں قوم کی گزشتہ اور موجودہ حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنا مدِنظر تھا اگرچہ مشرق کی عام نظموں کی بہ نسبت مبالغہ سے خالی تھی لیکن فروگذاشت سے خالی نہ تھی۔ دوست کی نگاہ نکتہ چینی اور خوردہ گیری میں وہی کام کرتی ہے جو دشمن کی نگاہ کرتی ہے۔ دونوں یکساں عیبوں پر خوردہ گیری اور چشم پوشی کرتے ہیں۔ مگر دشمن اس غرض سے کہ عیب ظاہر ہوں اور خوبیاں مخفی رہیں۔ اور دوست اس خوف سے کہ مبادا خوبیوں کا غرور عیبوں کی اصلاح سے باز رکھے۔ مصنف بھی جو کہ دوستی کا دم بھرتا ہے شاید محبت اور دلسوزی ہی سے قوم کی عیب جوئی پر مجبور ہوا اور ہنر گستری سے معذور رہا۔ مگر یہ اسلوب جس قدر غیرت دلانے والا تھا اسی قدر مایوس کرنے والا بھی تھا۔ مصنف کے دل کی آگ بھڑک بھڑک کر بجھ گئی تھی۔ اور اس کی افسردگی الفاظ میں سرایت کر گئی تھی۔ نظم کا خاتمہ ایسے دل شکن اشعار پر ہوا جن سے تمام امیدیں منقطع ہو گئیں

اور تمام کوششیں رائیگاں نظر آنے لگیں۔ شاید اس خرابی کا تدارک کچھ نہ ہو سکتا اگر قوم کی توجہ مصنف کے دل میں ایک نئی تحریک پیدا نہ کرتی اور قوم کو ایک نئے خطاب کا مستحق نہ ٹھہراتی۔ گو قوم نہیں بدلی مگر اس کے تیور بدلتے جاتے ہیں پس اگر تحسین کا وقت نہیں آیا تو نفرین ضرور کم ہونی چاہیے۔ بعض احباب کی تحریک نے ان خیالات کی تائید کی اور ایک ضمیمہ مقتضائے حال کے موافق اصل مسدس کے آخر میں لاحق کیا گیا۔ ضمیمہ کو طول دینا مصنف کا مقصود نہ تھا لیکن اس مضمون کو چھیڑ کر طول سے بچنا ایسا ہی مشکل تھا جیسے سمندر میں کود کر ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔

قدیم مسدس میں جستہ جستہ تصرف کیا گیا ہے۔ شاید بعض تصرفات کو ناظرین اس وجہ سے کہ قدیم اسلوب مانوس ہو گیا تھا پسند نہ کریں۔ مگر مصنف کا فرض تھا کہ دوستوں کی ضیافت میں کوئی ایسی چیز پیش نہ کرے جو خود اس کے مذاق میں ناگوار معلوم ہو۔ نظم نہ پہلے پسند کے قابل تھی اور نہ اب ہے۔ مگر الحمد للہ کہ درد اور سچ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے امید ہے کہ درد پھیلے گا اور سچ چمکے گا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

رُباعی

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے　　اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد　　دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

مُسَدَّس

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا　　مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دُکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا　　کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

سبب یا علامت گر اُن کو سُجھائیں | تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چُرائیں | یونہیں رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں

طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ

یہی حال دُنیا میں اُس قوم کا ہے! | بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے!
کنارہ ہے دُور اور طُوفاں بپا ہے! | گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے!

نہیں لیتے کروٹ مگر اہلِ کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی

گھٹا سر پہ اَدبار کی چھا رہی ہے | فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے | چَپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے

کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اُس قومِ غافل کی غفلت وہی ہے | تنزّل پہ اپنے قناعت وہی ہے
مِلے خاک میں پر رعُونت وہی ہے | ہُوئی صبح اور خوابِ راحت وہی ہے

نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

بہائم کی اور اُن کی حالت ہے یکساں　　کہ جس حال میں ہیں اُسی میں ہیں شاداں
نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا ارماں　　نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں
لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام اُنہوں نے
کیا دینِ برحق کو بدنام اُنہوں نے

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا　　وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوارِ دوراں بنایا　　گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا
وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کر دیا اُس کا عالم سے پلہ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا　　جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا　　نہ کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اُس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور　　کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے ساماں تھے واں میسر　　کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی
فقط آبِ باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں	لوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں	کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کُل کائنات اس کی یہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی	نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی	خدا کی زمیں بن جُتی سر بسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پُجتی تھی واں بے محابا	کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا	بتوں کا عمل سُو بسُو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا	خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا	کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا

وہ تیرتھ تھا اک بُت پرستوں کا گویا
جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا بُت اک جُدا تھا — کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عُزّا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا — اسی طرح گھر گھر نیا اِک خُدا تھا

نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ — ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُن کا زمانہ — نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے — سُلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے — تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی — صدی جس میں آدھی اُنہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی — تھی اِک آگ ہر سُو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا　　کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جُو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا　　کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہیں روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر　　تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھے شوہر کے تیور　　کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جاکر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی　　شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی　　غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

بہت اس طرح ان کو گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت　　بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت　　چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دُعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

ولادت رسول مقبول

ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت — کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت

نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت

پہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے

کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مِس خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اسکی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا

اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

پڑی کان میں دھات تھی اک نکمی — نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جس کی
طبیعت میں جو اُس کے جوہر تھے اصلی — ہُوئے سب تھے مٹی میں مل کر وہ مٹی
پہ تھا ثبت علمِ قضا و قدر میں
کہ بن جائے گی وہ طلا اک نظر میں

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر! — تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لے کر!
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور — سُوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ "اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب؟"

کہا سب نے "قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سُنا اور نہ دیکھا"
کہا "گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا؟
کہ فوجِ گراں پشتِ کوہِ صفا پر
پڑی ہے کہ لُوٹے تمہیں گھات پا کر"

کہا "تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تُو اور امیں ہے"
کہا "گر مری بات یہ دل نشیں ہے — تو سُن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا
ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنے والا"

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غُل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا — حقیقت کا گُر اُن کو ایک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کھُلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دِکھلا دیئے ایک پردہ اُٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیماں — بھُلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانہ میں تھا دَورِ صہبائے بُطلاں — مئے حق سے محرم نہ تھی بزمِ دوراں

اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک
خُمِ معرفت کا تھا مُنہ خام اب تک

نہ واقف تھے انساں قضا اور جزا سے — نہ آگاہ تھے مبدا و مُنتہا سے
لگائی تھی ایک اک نے لَو ما سوا سے — پڑے تھے بہت دُور بندے خدا سے

یہ سُنتے ہی تھرّا گیا گلّہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لایق　　زبان اور دل کی شہادت کے لایق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لایق　　اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لایق

لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ

اُسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم　　اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم　　اُسی کی طلب میں مرو گر مرو تم

مُبرّا ہے شرکت سے اُسکی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

خِرد اور ادراک رنجور ہیں واں　　مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں　　نبی اور صدیق مجبور ہیں واں

نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں

تم اَوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا　　کِسی کو خُدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا　　بڑھا کر بہت تم نہ مُجھکو گھٹانا

سب انساں ہیں واں جس طرح سر فگندہ
اُسی طرح ہوں مَیں بھی اِک اُس کا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم ‌ ‌ ‌ نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم ‌ ‌ ‌ کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

اسی طرح دل اُن کا ایک اک سے توڑا ‌ ‌ ‌ ہر اک قبلۂ کج سے مُنہ اُن کا موڑا
کہیں ماسوا کا علاقہ نہ چھوڑا ‌ ‌ ‌ خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا
کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیئے سر جھکا اُن کے مالک کے آگے

پتا اصل مقصود کا پا گیا جب ‌ ‌ ‌ نشانِ گنجِ دولت کا ہاتھ آگیا جب
محبت سے دل اُن کا گرما گیا جب ‌ ‌ ‌ سماں اُن پہ توحید کا چھا گیا جب
سکھائے معیشت کے آداب اُن کو
پڑھائے تمدن کے سب باب اُن کو

جتائی اُنہیں وقت کی قدر و قیمت ‌ ‌ ‌ دلائی اُنہیں کام کی حرص و رغبت
کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت ‌ ‌ ‌ ہو فرزند و زن اس میں یا مال و دولت
نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہرگز تمہارا
بھلائی میں جو وقت تُم نے گزارا

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے ‏ فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے ‏ اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے

فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

یہ کہہ کر کیا علم پر اُن کو شیدا ‏ کہ ہیں دُور رحمت سے سب اہلِ دنیا
مگر دھیان ہے جن کو ہر دم خدا کا ‏ ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا

اُنہیں کیلئے یاں ہے نعمت خدا کی
اُنہیں پر ہے واں جا کے رحمت خدا کی"

سکھائی اُنہیں نوعِ انساں پہ شفقت ‏ کہا "ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت ‏ شب و روز پہنچاتے ہیں اُسکو راحت

وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کیلئے چاہتے ہیں

خدا رحم کرتا نہیں اُس بشر پر ‏ نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر ‏ پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر"

ڈرایا تعصب سے ان کو یہ کہکر کہ زندہ رہا اور مرا جو اسی پر
ہُوا وہ ہماری جماعت سے باہر وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اُسکے یاوَر

نہیں حق سے کچھ اُس محبت کو بہرہ
کہ جو تم کو اندھا کرے اور بہرہ

بچایا برائی سے اُن کو یہ کہکر کہ طاعت سے ترکِ معاصی ہے بہتر
تورّع کا ہے ذات میں جن کی جوہر نہ ہونگے کبھی عابد اُن کے برابر

کرو ذکر اہلِ ورع کا جہاں تم
نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تاکہ لو اِس سے اپنی پرائی نہ کرنی پڑے تم کو دردر گدائی

طلب سے ہے دُنیا کی گر یاں یہ نیت
تو چمکوگے واں ماہِ کامل کی صورت

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر کہ ہیں تم میں جو اغنیا اور تونگر
اگر اپنے طبقہ میں ہوں سب سے بہتر بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور

نہ کرتے ہوں بے مشورت کام ہرگز
اُٹھاتے نہ ہوں بے دھڑک گام ہرگز

تو مردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ　　زمانہ مبارک ملے جس کو ایسا
پہ جب اہلِ دولت ہوں اشرارِ دُنیا　　نہ ہو عیش میں جن کو اَوروں کی پروا
نہیں اُس زمانہ میں کچھ خیر و برکت
اقامت سے بہتر ہے اُس وقت رحلت

دیئے پھیر دل اُن کے مکر و ریا سے　　بھرا اُن کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا اُنہیں کذب سے افترا سے　　کیا سُرخرو خلق سے اور خُدا سے
رہا قولِ حق میں نہ کچھ باک اُن کو
بس اِک شوب میں کر دیا پاک اُن کو

کہیں حفظِ صحت کے آئیں سکھائے　　سفر کے کہیں شوق ان کو دلائے
مفاد ان کو سوداگری کے سُجھائے　　اصُول ان کو فرماں دہی کے بتائے
نشاں راہِ منزل کا ایک اِک دکھایا
بنی نوع کا اُن کو رہبر بنایا

ہُوئی ایسی عادت پہ تعلیم غالب　　کہ باطل کے شیدا ہُوئے حق کے طالب
مناقب سے بدلے گئے سب مثالب　　ہوئے روح سے بہرہ ور اُنکے قالب
جسے راج رد کر چکے تھے، وہ پتھر
ہُوا جا کے آخر کو قایم سرے پر

جب اُمّت کو سب مل چکی حق کی نعمت — ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حُجّت — نبی نے کیا خلق سے قصدِ رحلت
تو اِسلام کی وارث اِک قوم چھوڑی
کہ دُنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

سب اِسلام کے حُکمبردار بندے — سب اِسلامیوں کے مددگار بندے
خُدا اور نبی کے وفادار بندے — یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے
رہِ کُفر و باطل سے بیزار سارے
نشہ میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے — کہانت کی بُنیاد ڈھا دینے والے
سرِ احکامِ دیں پر جُھکا دینے والے — خُدا کیلئے گھر لُٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف اُن میں باہم دِگر تھا — تو بالکل مدار اُس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا — خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا
یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغِ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کُلفت — نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت — فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگایا تھا مالی نے اِک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے اُمت کے ایسے نگہباں — ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مُسلم کو یکساں — نہ تھا عبد و حُر میں تفاوت نمایاں
کنیز اور بانو تھی آپس میں ایسی
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی — فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُن کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی — شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُن کی
جہاں کر دیا نرم، نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیئے واں کفایت — سخاوت جہاں چاہیئے واں سخاوت
جچی اور تُلی دُشمنی اور محبت — نہ بے وجہ اُلفت نہ بے وجہ نفرت
جُھکا حق سے جو جُھک گئے اُس سے وہ بھی
رُکا حق سے جو رُک گئے اُس سے وہ بھی

ترقی کا جس دم خیال اُن کو آیا — اِک اندھیرا تھا رُبعِ مسکوں میں چھایا
ہر اک قوم پر تھا تنزّل کا سایا — بلندی سے تھا جس نے سب کو گرایا

وہ نیشن جو ہیں آج گردُوں کے تارے
دُھندلکے میں پستی کے پنہاں تھے سارے

نہ وہ دَور دَورہ تھا عبرانیوں کا — نہ یہ بخت و اقبال نصرانیوں کا
پراگندہ دفتر تھا یُونانیوں کا — پریشاں تھا شیرازہ ساسانیوں کا

جہاز اہلِ روما کا تھا ڈگمگاتا
چراغ اہلِ ایراں کا تھا ٹمٹماتا

اِدھر ہند میں ہر طرف تھا اندھیرا — کہ تھا گیان گُن کالدایاں سے ڈیرا
اُدھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا — کہ دل سب نے کیش و کنش سے تھا پھیرا

نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں
نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں میں

ہوا ہر طرف موجزن تھی بلا کی — گلوں پر چھُری چل رہی تھی جفا کی
عقُوبت کی حد تھی نہ پرسش خطا کی — پڑی لُٹ رہی تھی ودیعت خُدا کی

زمیں پر تھا ابرِ ستم کا دڑیڑا
تباہی میں تھا نوعِ انساں کا بیڑا

وہ قومیں جو ہیں آج غمخوارِ انساں   درندوں کی اور اُن کی طینت تھی یکساں
جہاں عدل کے آج جاری ہیں فرماں   بہت دُور پہنچا تھا واں ظلم و طغیاں
بنے آج جو گلّہ باں ہیں ہمارے
وہ تھے بھیڑیئے آدمی خوار سارے

ہُنر کا جہاں گرم بازار ہے اَب   جہاں عقل و دانش کا بِھوار ہے اَب
جہاں ابرِ رحمت گُہر بار ہے اَب   جہاں ہُن برستا لگاتار ہے اَب
تمدن کا پیدا نہ تھا واں نشاں تک
سمندر کی آئی نہ تھی موج واں تک

نہ رستہ ترقی کا کوئی کھلا تھا   نہ زینہ بلندی پہ کوئی لگا تھا
وہ صحرا اُنہیں قطع کرنا پڑا تھا   جہاں نقشِ پا تھا نہ شورِ دِرا تھا
جو نہیں کان میں حق کی آواز آئی
لگا کرنے خود ان کا دل رہنمائی

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اُٹھی   پڑی چار سُو یک بیک دُھوم جس کی
کڑک اور دمک دُور دُور اُس کی پہنچی   جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اُس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کیا اُمیوں نے جہاں میں اُجالا — ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا — ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا
زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آوازِ حق حق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں — پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتشِ افسُردہ آتشکدوں میں — لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اُجڑ کر
جمے ایک جا سارے ڈنگل بچھڑ کر

لئے عِلم و فن اُن سے نصرانیوں نے — کیا کسبِ اخلاق روحانیوں نے
ادب اُن سے سیکھا صفاہانیوں نے — کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

ارسطو کے مردہ فنوں کو جِلایا — فلاطون کو زندہ پھر کر دکھایا
ہر اک شہر و قریہ کو یوناں بنایا — مزا عِلم و حکمت کا سب کو چکھایا
کیا برطرف پردہ چشمِ جہاں سے
جگایا زمانے کو خوابِ گراں سے

ہر اک میکدہ سے بھرا جا کے ساغر / ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثلِ پروانہ ہر روشنی پر / گرہ میں لیا باندھ حکمِ پیمبر
کہ "حکمت کو اِک گم شُدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو"

ہر اک علم کے فن کے جویا ہوئے وہ / ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ / سیاحت میں مشہورِ دُنیا ہوئے وہ
ہر اک مُلک میں اُن کی پھیلی عمارت
ہر اک قوم نے اُن سے سیکھی تجارت

کیا جا کے آباد ہر ملکِ ویراں / مُہیا کئے سب کی راحت کے ساماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں / اُنہیں کر دیا رشکِ صحنِ گلستاں
بہار اب جو دُنیا میں آئی ہُوئی ہے
یہ سب پود اُنہیں کی لگائی ہُوئی ہے

یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں مُصفّا / دوطرفہ برابر درختوں کا سایا
نشاں جا بجا میل و فرسخ کے برپا / سرِ رہ کوئیں اور سرائیں مُہیّا
انہیں کے ہیں سب نے یہ چربے اتارے
اُسی قافلہ کے نشاں ہیں یہ سارے

م

سدا اُن کو مرغوب سیر و سفر تھا — ہر اک برِ اعظم میں اُن کا گزر تھا
تمام اُن کا چھانا ہوا بحر و بر تھا — جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و در کو

جہاں کو ہے یاد اُن کی رفتار اب تک — کہ نقشِ قدم ہیں نمودار اب تک
ملایا میں ہیں اُن کے آثار اب تک — انہیں رو رہا ہے ملیبار اب تک

ہمالہ کو ہیں واقعات اُن کے ازبر
نشاں اُن کے باقی ہیں جبرالٹر پر

نہیں اِس طبق پر کوئی برِ اعظم — نہ ہوں جس میں اُن کی عمارات مُحکم
عرب، ہند، مصر، اُندلس و شام و دیلم — بناؤں سے ہیں اُن کی معمور عالم

سرِ کوہِ آدم سے تا کوہِ بیضا
جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا

وہ سنگیں محل اور وہ اُن کی صفائی — جمی جن کے کھنڈروں پہ ہے آج کائی
وہ مرقد کہ گنبد تھے جن کے طلائی — وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خُدائی

زمانہ نے گو اُن کی برکت اُٹھالی
نہیں کوئی ویرانہ پر اُن سے خالی

خرابیٔ اندلس

ہُوا اندلس اُن سے گلزار یکسر جہاں اُن کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر یہ ہے بیتِ حمرا کی گویا زباں پر

کہ تھے آلِ عدنان سے میرے بانی
عرب کی ہُوں مَیں اس زمیں پر نشانی

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت اُن کی عیاں ہے بلنیہ سے قدرت اُن کی
بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُن کی ٹپکتی ہے قادس میں سر حسرت اُن کی

نصیب اُن کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

جلال اُن کا کھنڈروں میں ہے یُوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کُندن دمکتا

خرابیٔ بغداد

وہ بلدہ کہ فخرِ بلادِ جہاں تھا ترو خشک پر جس کا سکہ رواں تھا
گرا جس میں عبّاسیوں کا نشاں تھا عراقِ عرب جس سے رشکِ جناں تھا

اُڑا لے گئی بادِ پندار جس کو
بہا لے گئی سیلِ تاتار جس کو

سُنے گوشِ عبرت سے گر جا کے انساں ‎ ‎ ‎ ‎ تو واں ذرہ ذرہ یہ کرتا ہے اعلاں
کہ تھا جن دنوں مہرِ اسلام تاباں ‎ ‎ ‎ ‎ ہوا یاں کی تھی زندگی بخشِ دوراں
پڑی خاکِ ایتھنز میں جاں یہیں سے
ہوا زندہ پھر نامِ یُوناں یہیں سے

وہ لُقمان و سقراط کے دُرِ مکنوں ‎ ‎ ‎ ‎ وہ اسرارِ بقراط و درسِ فلاطوں
ارسطو کی تعلیم سولن کے قانوں ‎ ‎ ‎ ‎ پڑے تھے کسی قبرِ کہنہ میں مدفوں
یہیں آ کے مُہرِ سکوت اُن کی ٹُوٹی
اسی باغِ رعنا سے بُو اُن کی پھُوٹی

یہ تھا علم پرواں توجہ کا عالم ‎ ‎ ‎ ‎ کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم
کسی طرح پیاس ان کی ہوتی نہ تھی کم ‎ ‎ ‎ ‎ بُجھاتا تھا آگ اُن کی باراں نہ شبنم
حریمِ خلافت میں اُونٹوں پہ لد کر
چلے آتے تھے مصر و یوناں کے دفتر

وہ تارے جو تھے شرق میں لمعہ افگن ‎ ‎ ‎ ‎ پہ تھا اُن کی کرنوں سے تا غرب روشن
نوشتوں سے ہیں جن کے اب تک مزین ‎ ‎ ‎ ‎ کُتب خانۂ پیرس و روم و لندن
پڑا غلغلہ جن کا تھا کشوروں میں
وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبروں میں

وہ سنجار کا اور کوفہ کا میداں | فراہم ہوئے جس میں مسّاحِ دوراں
کُرہ کی مساحت کے پھیلائے ساماں | ہوئی جزو سے قدرِ کُل کی نمایاں
زمانہ وہاں آج تک نوحہ گر ہے
کہ عبّاسیوں کی سبھا وہ کدھر ہے

سمرقند سے اُندلُس تک سراسر | انہیں کی رصدگاہیں تھیں جلوہ گستر
سوادِ مراغہ میں اور قاسیوں پر | زمیں سے صدا آرہی ہے برابر
کہ جن کی رصد کے یہ باقی نشاں ہیں
وہ اسلامیوں کے منجّم کہاں ہیں

مؤرخ جو ہیں آج تحقیق والے | تفحّص کے ہیں جن کے آئیں نرالے
جنہوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے | زمیں کے طبق سر بسر چھان ڈالے
عرب ہی نے دل اُن کے جاکر اُبھارے
عرب ہی سے وہ بھر نے سیکھے ترارے

اندھیرا تواریخ پر چھا رہا تھا | ستارہ روایت کا گہنا رہا تھا
درایت کے سُورج پہ ابر آرہا تھا | شہادت کا میدان دُھندلا رہا تھا
سرِ رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلہ کا نشاں جس سے پایا

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا — لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا — کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

کیے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو — اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سُنا خازنِ علمِ دیں جس بشر کو — لیا اُس سے جاکر خبر اور اثر کو

پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو خود مزا اُس کا چکھ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا — مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا — ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ مُلا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر — گواہ اُن کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا اُن کا احساں یہ اک اہلِ دیں پر — وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

فصاحت کے دفتر تھے سب گاؤخوردہ | بلاغت کے رستے تھے سب ناسپردہ
اُدھر رُوم کی شمعِ انشا تھی مُردہ | اِدھر آتشِ پارسی تھی فسُردہ

یکایک جو برق آ کے چمکی عرب کی
کھُلی کی کھُلی رہ گئی آنکھ سب کی

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی | سُنی برمحل اُن کی شیوا بیانی
وہ اشعار کی دل میں ریشہ دوانی | وہ خُطبوں کی مانند دریا روانی

وہ جادُو کے جُملے وہ فقرے فسُوں کے
تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گُونگے

سلیقہ کسی کو نہ تھا مدح و ذم کا | نہ ڈھب یاد تھا شرحِ شادی و غم کا
نہ انداز تلقین و وعظ و حِکم کا | خزانہ تھا مدفون زباں اور قلم کا

نواسنجیاں اُن سے سیکھیں یہ سب نے
زباں کھول دی سب کی نطقِ عرب نے

زمانہ میں پھیلی طب اُن کی بدولت | ہُوئی بہرہ ور جس سے ہر قوم و مِلّت
نہ صرف ایک مشرق میں تھی اُن کی شہرت | مُسلّم تھی مغرب تک اُن کی حذاقت

سلرنو میں جو ایک نامی مطب تھا
وہ مغرب میں عطارِ مُشکِ عرب تھا

ابوبکر رازی علی ابنِ عیسےٰ — حکیمِ گرامی حسین ابن سینا
حنین ابنِ اسحٰق قیسِ دانا — ضیا ابنِ بیطار راس الاطبا
انھیں کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا
انہیں سے ہُوا پار مغرب کا کھیوا

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت — طبیعی - الٰہی - ریاضی و حکمت
طِب اور کیمیا - ہندسہ اور ہیئت — سیاست - تجارت - عمارت - فلاحت
لگاؤ گے کھوج اُن کا جا کر جہاں تم
نشاں اُن کے قدموں کے پاؤ گے واں تم

ہوا گو کہ پامال بُستاں عرب کا — مگر اک جہاں ہے غزلخواں عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا — سپید و سیہ پر ہے احساں عرب کا
وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنونڈی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

رہے جب تک ارکانِ اسلام برپا — چلن اہلِ دیں کا رہا سیدھا سادا
رہا مَیل سے شہدِ صافی مصفّا — رہی کھوٹ سے سیمِ خالص مُبرّا
نہ تھا کوئی اسلام کا مردِ میداں
عَلَم ایک تھا شش جہت میں دُر افشاں

تنزّلِ اہلِ اسلام

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا
گیا چھوٹ سررشتہ دینِ ہُدیٰ کا
رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہُما کا
تو پورا ہوا عہد جو تھا خُدا کا
کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دُنیا میں جب تک

بُرے اُن پہ وقت آکے پڑنے لگے اب
وہ دُنیا میں بس کر اُجڑنے لگے اب
بھرے اُن کے میلے بچھڑنے لگے اب
بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب
ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھُل گئی سارے عالم پہ چھا کر

نہ ثروت رہی اُن کی قائم نہ عزت
گئے چھوڑ ساتھ اُن کا اقبال و دولت
ہُوئے علم و فن اُن سے ایک ایک رُخصت
مٹیں خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دین باقی نہ اِسلام باقی
اِک اِسلام کا رہ گیا نام باقی

تمثیلِ اقوام

ملے کوئی ٹیلہ اگر ایسا اونچا
کہ آتی ہو واں سے نظر ساری دُنیا
چڑھے اُس پہ پھر اک خردمند دانا
کہ قدرت کے دنگل کا دیکھے تماشا
تو قوموں میں فرق اس قدر پائیگا وہ
کہ عالم کو زیر و زبر پائے گا وہ

وہ دیکھے گا ہر سُو ہزاروں چمن واں — بہت تازہ تر صُورتِ باغِ رضواں
بہت اُن سے کمتر پہ سرسبز و خنداں — بہت خشک اور بے طراوت مگر ہاں
نہیں لائے گو برگ و بار اُن کے پودے
نظر آتے ہیں ہونہار اُن کے پودے

پھر اِک باغ دیکھے گا اُجڑا سراسر — جہاں خاک اُڑتی ہے ہر سُو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر — ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہُوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

جہاں زہر کا کام کرتا ہے باراں — جہاں آ کے دیتا ہے رو ابرِ نیساں
تردّد سے جو اور ہوتا ہے ویراں — نہیں راس جس کو خزاں اور بہاراں
یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے
کہ اِسلام کا باغِ ویراں یہی ہے

وُہ دینِ حجازی کا بیباک بیڑا — نشاں جس کا اقصائے عالم میں پہنچا
مزاحم ہُوا کوئی خطرہ نہ جس کا — نہ عُماں میں ٹھٹکا نہ قُلزم میں جھجکا
کئے پے سپر جس نے ساتوں سمندر
وہ ڈُوبا دہانے میں گنگا کے آکر

اگر کان دھر کر سُنیں اہلِ عبرت — تو سیلون سے تابہ کشمیر و تبت
زمیں رُود کھ بن پھول پھل ریت پربت — یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت
کہ کل فخر تھا جن سے اہلِ جہاں کو
لگا اُن سے عیب آج ہندوستاں کو

حکومت نے تم سے کیا گر کنارا — تو اس میں نہ تھا کچھ تمہارا اجارا
زمانہ کی گردش سے ہے کس کو چارا — کبھی یاں سکندر کبھی یاں ہے دارا
نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی
جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

ہوئی مقتضی جب کہ حکمت خُدا کی — کہ تعلیم جاری ہو خیر الوریٰ کی
پڑے دُھوم عالم میں دینِ ہدیٰ کی — تو عالم کی تم کو حکومت عطا کی
کہ پھیلاؤ دُنیا میں حکمِ شریعت
کرو ختم بندوں پہ مالک کی حُجت

ادا کر چکی جب حق اپنا حکومت — رہی اب نہ اسلام کو اُس کی حاجت
مگر حیف اے فخرِ آدم کی اُمت — ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُسکے رخصت
حکومت تھی گویا کہ اک جھول تم پر
کہ اُڑتے ہی اُس کے نکل آئے جوہر

ظلم بربر سلطنت

ترکِ تعلیمِ اسلام

[illegible]

زمانہ میں ہیں ایسی قومیں بہت سی　　نہیں جن میں تخصیص فرماں‌دہی کی
پر آفت کہیں ایسی آئی نہ ہوگی　　کہ گھر گھر یہاں چھا گئی آکے پستی

چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا　　ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا　　وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا

نشاں اس کا باقی ہے صرف اس قدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

وگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں　　ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں　　طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں

نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے　　کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نامِ آبا کو ہم سے گہن ہے　　ہمارا قدم ننگِ اہلِ وطن ہے

بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے۔

نہ قوموں میں عزت، نہ جلسوں میں وقعت　　نہ اپنوں سے اُلفت، نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سُستی، دماغوں میں نخوت　　خیالوں میں پستی، کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں، دوستی آشکارا
غرض کی تواضع، غرض کی مدارا

نہ اہلِ حکومت کے ہمراز ہیں ہم　　نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایانِ اعزاز ہیں ہم　　نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصّہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزّل نے کی ہے بُری گت ہماری　　بہت دُور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دُنیا سے عزّت ہماری　　نہیں کچھ اُبھرنے کی صُورت ہماری
پڑے ہیں اِک اُمّید کے ہم سہارے
توقع پہ جنّت کی جیتے ہیں سارے

سیاحت کی گوں ہیں نہ مردِ سفر ہیں　　خُدا کی خدائی سے ہم بے خبر ہیں
یہ دیواریں گھر کی جو پیشِ نظر ہیں　　یہی اپنے نزدیک حدِ بشر ہیں
ہیں تالاب میں مچھلیاں کچھ فراہم
وہی اُن کی دُنیا وہی اُن کا عالم

بہشت اور ارم سلسبیل اور کوثر — پہاڑ اور جنگل جزیرے سمندر
اسی طرح کے اور بھی نام اکثر — کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں برابر

پہ جب تک نہ دیکھیں کہیں کس یقیں پر
کہ یہ آسماں پر ہیں یا ہیں زمیں پر

وُہ بے مُول پُونجی کہ ہے اصل دولت — وہ شائستہ لوگوں کا گنج سعادت
وُہ آسُودہ قوموں کا راسُ البضاعت — وہ دولت کہ ہے وقت جس سے عبارت

نہیں اُس کی وقعت نظر میں ہماری
یُونہیں مُفت جاتی ہے برباد ساری

اگر ہم سے مانگے کوئی ایک پیا — تو ہوگا کم و بیش بار اُس کا دینا
مگر ہاں وہ سرمایۂ دین و دُنیا — کہ ایک ایک لمحہ ہے انمول جس کا

نہیں کرتے خسّت اڑانے میں اُسکے
بہت ہم سخی ہیں لُٹانے میں اُسکے

اگر سانس دن رات کے سب گنیں ہم — تو نکلیں گے انفاس ایسے بہت کم
کہ ہو جن میں کل کیلئے کچھ فراہم — یُونہیں گزرے جاتے ہیں دن رات پیہم

نہیں کوئی گویا خبردار ہم میں
کہ یہ سانس آخر ہیں اب کوئی دم میں

گڈریے کا وہ حکم بردار کتّا | کہ بھیڑوں کی ہر دم ہے رکھوال کرتا
جو ریوڑ میں ہوتا ہے پتّے کا کھڑکا | تو وہ شیر کی طرح پھرتا ہے بپھرا
گر انصاف کیجے تو ہے ہم سے بہتر
کہ غافل نہیں فرض سے اپنے دَم بھر

وہ قومیں جو سب راہیں طے کر چکی ہیں | ذخیرے ہر اک جنس کے بھر چکی ہیں
ہر اک بوجھ بار اپنے سر دھر چکی ہیں | ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں
اُسی طرح راہِ طلب میں ہیں پویا
بہت دُور ابھی اُن کو جانا ہے گویا

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ | کبھی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ
بضاعت کو اپنی ڈبوتے نہیں وہ | کوئی لمحہ بے کار کھوتے نہیں وہ
نہ چلنے سے تھکتے نہ اکتاتے ہیں وہ
بہت بڑھ گئے اور بڑھے جاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں | جمادات کی طرح بارِ زمیں ہیں
جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں | زمانہ سے کچھ ایسے فارغ نشیں ہیں
کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا
وہ سب کر چکے ایک باقی ہے مرنا

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی　　خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی　　زمانہ کے ساتھی ترقّی کے حامی

نہ فارغ ہیں اولاد کی تربیت سے
نہ بے فکر ہیں قوم کی تقویت سے

دُکاں اُن کی ہے اور بازار اُن کا　　بنج اُن کا ہے اور بیوہار اُن کا
زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار اُن کا　　ہے پیر و جواں بر سرِ کار اُن کا

مدار اہلکاری کا ہے اب اُنہیں پر
اُنہیں کے ہیں آفس اُنہیں کے ہیں دفتر

مُعزّز ہیں ہر ایک دربار میں وہ　　گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ
نہ رُسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ　　نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ

نہ پیشہ سے حرفہ سے اِنکار اُنکو
نہ محنت مشقّت سے کچھ عار اُن کو

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ　　پڑے زد تو بچ کر نکل جاتے ہیں وہ
ہر اک سانچے میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ　　جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ

ہر اک وقت کا مقتضیٰ جانتے ہیں
زمانہ کے تیور وہ پہچانتے ہیں

یہ ہیں ڈھنگ اُن تازہ آفت زدوں کے — بہت کم زمانہ ہُوا جن کو بگڑے
ابھی ایک عالم ہے آگاہ جن سے — کہیں کس کے بیٹے وہ اور کس کے پوتے
جنہیں دیس پردیس سب جانتے ہیں
حسب اور نسب جن کا پہچانتے ہیں

مگر مٹ چُکا جن کا نام و نشاں ہے — پُرانی ہوئی جن کی اب داستاں ہے
فسانوں میں قصّوں میں جن کا بیاں ہے — بہت نسل پر تنگ اُنکی جہاں ہے
نہیں اُن کی قدر اور پُرسش کہیں اب
اُنہیں بھیک تک کوئی دیتا نہیں اب

بہت آگ چلموں کی سُلگانے والے — بہت گھانس کی گٹھڑیاں لانے والے
بہت دربدر مانگ کر کھانے والے — بہت فاقے کر کر کے مرجانے والے
جو پُوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر
تو نکلیں گے نسلِ مُلوک اُن میں اکثر

اِنہیں کے بزرگ ایک دن حکمراں تھے — اِنہیں کے پرستار پیر و جواں تھے
یہی مامنِ عاجز و ناتواں تھے — یہی مرجعِ ویلم و اصفہاں تھے
یہی کرتے تھے مُلک کی گلّہ بانی
اِنہیں کے گھروں میں تھی صاحبقرانی

یہ اے قوم اسلام عبرت کی جا ہے
کہ شاہوں کی اولاد در در گدا ہے
جسے سنئے افلاس میں مبتلا ہے
جسے دیکھئے مفلس و بینوا ہے

نہیں کوئی ان میں کمانے کے قابل
اگر ہیں تو ہیں مانگ کھانے کے قابل

نہیں مانگنے کا طریق ایک ہی یاں
گدائی کی ہیں صورتیں نت نئی یاں
نہیں حصر کنگلوں پہ گدیہ گری یاں
کوئی دے تو منگتوں کی ہے کیا کمی یاں

بہت ہاتھ پھیلائے زیرِ ردا ہیں
چھپے اُجلے کپڑوں میں اکثر گدا ہیں

بہت آپ کو کہہ کے مسجد کے بانی
بہت بن کے خود سیدِ خاندانی
بہت سیکھ کر نوحہ و سوزخوانی
بہت مدح میں کر کے رنگیں بیانی

بہت آستانوں کے خدام بن کر
پڑے مانگتے کھاتے پھرتے ہیں در در

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں
ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں
فرنگی کے پیسے کو مردار سمجھیں

تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

امیروں کے مصاحب

کریں نوکری بھی تو بے عزتی کی | جو روٹی کمائیں تو بے حُرمتی کی
کہیں پائیں خدمت تو بے عزتی کی | قسم کھائیے اُن کی خُوش قسمتی کی

امیروں کے بنتے ہیں جب یہ مُصاحِب
تو جاتے ہیں ہو کر حمیت سے تائب

کہیں اُن کی صُحبت میں گانا بجانا | کہیں مسخرہ بن کے ہنسنا ہنسانا
کہیں پھبتیاں کہہ کے اِنعام پانا | کہیں چھیڑ کر گالیاں سب کے کھانا

یہ کام اور بھی کرتے ہیں پر نہ ایسے
مُسلمان بھائی سے بن آئیں جیسے

ذی مقدور مسلمان

امیروں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے | خمیر اُن کا اور اُن کی طینت جُدا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناسزا ہے | روا ہے اُنھیں سب کہ جو ناروا ہے

شریعت ہُوئی ہے نکونام اُن سے
بہت فخر کرتا ہے اِسلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے | ہر اک بات پر واں درست اور بجا ہے
نہ گفتار میں اُن کی کوئی خطا ہے | نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

وہ جو کچھ کہ ہیں، کہہ سکے کون اُن کو
بنایا ندیموں نے فرعون اُن کو

وہ دولت کہ ہے توشۂ راہِ عُقبیٰ ، وہ دولت کہ ہے مایۂ دین و دُنیا
بڑھا جس سے آفاق میں نامِ کسریٰ سلیماں نے کی جس کی حق سے تمنّا
کیا جس نے حاتم کو مشہورِ دوراں
کیا جس نے یُوسف کو مسجُودِ اخواں

مِلا ہے یہ فخر اُس کو اِن کی بدولت کہ سمجھی گئی ہے وہ اصلِ شقاوت
کہیں ہے وہ سرمایۂ جہل و غفلت کہیں نشۂ بادۂ کبر و نخوت
جہاں کے لئے جو کہ آبِ بقا ہے
وہ اس قوم کے حق میں سمّی دوا ہے

اِدھر مال و دولت نے یاں مُنہ دکھایا اُدھر ساتھ اُس کے ادبار آیا
پڑا آ کے جس گھر پہ ثروت کا سایا عمل واں سے برکت نے اپنا اُٹھایا
نہیں راس یاں چار پیسے کسی کو
مُبارک نہیں جیسے پر چیونٹی کو

سمجھتے ہیں سب عیب جن عادتوں کو بہائم سے نسبت ہے جن سیرتوں کو
چُھپاتے ہیں اوباش جن خصلتوں کو نہیں کرتے اجلاف جن حرکتوں کو
وہ یاں اہلِ دولت کو ہیں شیرِ مادر
نہ خوفِ خُدا ہے نہ شرمِ پیمبر

طبیعت اگر لہو و بازی پہ آئی — تو دولت بہت سی اِسی میں لُٹائی
جو کی حضرتِ عشق نے رہنمائی — تو کردی بھرے گھر کی دم میں صفائی
پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے
یونہیں مِٹ گئے یاں ہزاروں گھرانے

نہ آغاز پر اپنے غور اُن کو اصلا — نہ انجام کا اپنے کچھ اُن کو کھٹکا
نہ فکر اُن کو اولاد کی تربیت کا — نہ کچھ ذلتِ قوم کی اُن کو پروا
نہ حق کوئی دنیا پہ اُن کا نہ دیں پر
خُدا کو وہ کیا منہ دکھائیں گے جاکر

کسی قوم کا جب اُلٹتا ہے دفتر — تو ہوتے ہیں مسخ اُن میں پہلے تونگر
کمال اُن میں رہتے ہیں باقی نہ جوہر — نہ عقل اُن کی ہادی نہ دین اُن کا رہبر
نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا
نہ عقبیٰ میں دوزخ نہ جنت کی پروا

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا — نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا و ہوس میں خودی سے گزرنا — تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا
سدا خوابِ غفلت میں بیہوش رہنا
دمِ نزع تک خود فراموش رہنا

پریشاں اگر قحط سے اِک جہاں ہے	تو بے فکر ہیں کیونکہ گھر میں سماں ہے
اگر باغِ اُمّت میں فصلِ خزاں ہے	تو خوش ہیں کہ اپنا چمن گل فشاں ہے

بنی نوعِ انساں کا حق اُن پہ کیا ہے
وہ اِک نوع - نوعِ بشر سے جُدا ہے

کہاں بندگانِ ذلیل اور کہاں وہ	بسر کرتے ہیں بے غمِ قوت و ناں وہ
پہنتے نہیں جُز سمور و کتاں وہ	مکاں رکھتے ہیں رشکِ خلدِ جناں وہ

نہیں چلتے وہ بے سواری قدم بھر
نہیں رہتے بے نغمہ و ساز دم بھر

کمر بستہ ہیں لوگ خدمت میں اُن کی	گل و لالہ رہتے ہیں صحبت میں اُن کی
نفاست بھری ہے طبیعت میں اُن کی	نزاکت سو داخل ہے عادت میں اُن کی

دواؤں میں مُشک اُن کی اُٹھتا ہے ڈھیروں
وہ پوشاک میں عطر ملتے ہیں سیروں

یہ ہو سکتے ہیں اُن کے ہم جنس کیونکر	نہیں جن کو زمانے سے دَم بھر
سواری کو گھوڑا نہ خدمت کو نوکر	نہ رہنے کو گھر اور نہ سونے کو بستر

پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی
جو تدبیر اُلٹی تو تقدیر کھوٹی

حسنِ خلق کا اثر

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہُدیٰ کا	کہ ہے ساری مخلوق کُنبہ خُدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسرا کا	خلائق سے ہے جس کو رِشتہ وِلا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے اِنساں

اہلِ یورپ کی ہمدردی

عمل جن کا ہے اِس کلامِ متیں پر	وہ سرسبز ہیں آج روئے زمیں پر
تفوّق ہے اُن کو کہین و مہیں پر	مدارِ آدمیت کا ہے اب اُنہیں پر

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے
وہ لے جا کے سب اہلِ مغرب نے جوڑے

سمجھتے ہیں گُمراہ جن کو مُسلماں	نہیں جن کو عقبیٰ میں امیدِ غفراں
نہ حِصّہ میں فردوس جِن کے نہ رضواں	نہ تقدیر میں حُور جن کے نہ غِلماں

پس ازمرگ دوزخ ٹھکانا ہے جن کا
حمیم آب و زقوم کھانا ہے جن کا

وہ مُلک اور ملّت پہ اپنی فدا ہیں	سب آپس میں ایک اِک کے حاجت رُوا ہیں
اُولوالعلم ہیں اُن میں یا اغنیا ہیں	طلب گار بہبودِ خلقِ خدا ہیں

یہ تمغا تھا گویا کہ حصہ اُنہیں کا
کہ حُبُّ الوطن ہے نشاں مومنیں کا

امیروں کی دولت غریبوں کی ہمت — ادیبوں کی اِنشا حکیموں کی حِکمت
فصیحوں کے خُطبے شجاعوں کی جُرأت — سپاہی کے ہتیار شاہوں کی طاقت

دِلوں کی امیدیں امنگوں کی خوشیاں
سب اہلِ وطن اور وطن پر ہیں قرباں

عروج اُن کا جو تم عیاں دیکھتے ہو — جہاں میں انھیں کامراں دیکھتے ہو
مطیع اُن کا سارا جہاں دیکھتے ہو — انھیں برتر از آسماں دیکھتے ہو

یہ ثمرے ہیں اُن کی جوانمردیوں کے
نتیجے ہیں آپس کی ہمدردیوں کے

غنی ہم میں ہیں جو کہ اربابِ ہمت — مُسلّم ہے عالم میں جن کی سخاوت
اگر ہے مشائخ سے اُن کو عقیدت — تو ہے پیرزادوں پہ وقف اُن کی دولت

نکمّے ہیں دن رات واں عیش کرتے
یہ نوکر ہیں جتنے وہ بھوکے ہیں مرتے

عمل واعظوں کے اگر قول پر ہے — تو بخشش کی اُمید بے صرفِ زر ہے
نماز اور روزہ کی عادت اگر ہے — تو روزِ حساب اُن کو پھر کس کا ڈر ہے

اگر شہر میں کوئی مسجد بنا دی
تو فردوس میں نیو اپنی جما دی

دینِ اسلام کی حالت

عمارت کی بُنیاد ایسی اُٹھانی ۔۔۔ نہ نکلے کہیں مُلک میں جس کا ثانی
تماشوں میں ثروت بڑوں کی اُڑانی ۔۔۔ نمائش میں دولت خُدا کی لُٹانی
چھٹی بیاہ میں کرنے لاکھوں کے ساماں
یہ ہیں اُن کی خوشیاں یہ ہیں اُنکے ارماں

مگر دینِ برحق کا بوسیدہ ایواں ۔۔۔ تزلزل میں مُدّت سے ہیں جس کے ارکاں
زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہماں ۔۔۔ نہ پائیں گے ڈھونڈا جسے پھر مُسلماں
عزیزوں نے اُس سے توجہ اُٹھا لی
عمارت کا ہے اُس کی اللہ والی

فقرا اہلِ اللہ

پڑی ہیں سب اُجڑی ہُوئی خانقاہیں ۔۔۔ وہ درویش و سلطاں کی اُمید گاہیں
کھلیں تھیں جہاں علمِ باطن کی راہیں ۔۔۔ فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں
کہاں ہیں وہ جذبِ الٰہی کے پھندے
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے

علمائے دین

وہ علمِ شریعت کے ماہر کدھر ہیں ۔۔۔ وہ اخبارِ دیں کے مُبصّر کدھر ہیں
اُصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں ۔۔۔ مُحدّث کہاں ہیں مُفسّر کدھر ہیں
وہ مجلس جو کل سر بسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

مدارس وہ تعلیمِ دیں کے کہاں ہیں — مراحل وہ علم و یقیں کے کہاں ہیں
وہ ارکانِ شرعِ متیں کے کہاں ہیں — وہ وارث رسولِ امیں کے کہاں ہیں
رہا کوئی اُمّت کا ملجا نہ ماویٰ
نہ قاضی نہ مُفتی نہ صُوفی نہ مُلّا

کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر — کہاں ہیں وہ علمِ الٰہی کے منظر
چلی ایسی اِس بزم میں بادِ صرصر — بجھیں مشعلیں نُورِ حق کی سراسر
رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مُطرب نہ ساقی

مدعیانِ علم

بہت لوگ بن کر ہوا خواہِ اُمّت — سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت
سدا گاؤں در گاؤں نوبت بہ نوبت — پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیل دولت
یہ ٹھہرے ہیں اِسلام کے رہنما اب
لقب اُن کا ہے وارثِ انبیا اب

مدعیانِ پیری

بہت لوگ پیروں کی اَولاد بن کر — نہیں ذاتِ والا میں کچھ جن کے جوہر
بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اِس پر — کہ تھے اُن کے اسلاف مقبولِ داور
کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مُریدوں کو ہیں لُوٹتے اور کھاتے

یہ ہیں جادہ پیمائے راہِ طریقت　　مقام اِن کا ہے ماورائے شریعت
اِنہیں پر ہے ختم آج کشف و کرامت　　اِنہیں کے ہی قبضہ میں بندوں کی قسمت
یہی ہیں مُراد اور یہی ہیں مُرید اب
یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی　　جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی　　مُسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

کوئی مسئلہ پُوچھنے اُن سے جائے　　تو گردن پہ بارِ گراں لے کے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اسمیں لائے　　تو قطعی خطاب اہلِ دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اُس کی نکلا زباں سے
تو آنا سلامت ہے دُشوار واں سے

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پُھلاتے　　کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خُوک اور سگ ہیں اُس کو بتاتے　　کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے
ستُوں چشمِ بد دُور ہیں آپ دیں کے
نمُونہ ہیں خُلقِ رسُولِ امیں کے

جو چاہے کہ خوش اُن سے مل کر ہو انساں　　تو ہے شرط وہ قوم کا ہو مسلماں
نشاں سجدہ کا ہو جبیں پر نمایاں　　تشرع میں اُس کے نہ ہو کوئی نقصاں

لبیں بڑھ رہی ہوں نہ ڈاڑھی چڑھی ہو
اِزار اپنی حد سے نہ آگے بڑھی ہو

عقائد میں حضرت کا ہم داستاں ہو　　ہر اک اصل میں فرع میں ہم زباں ہو
حریفوں سے اُنکے بہت بدگماں ہو　　مریدوں کا اُن کے بڑا مدح خواں ہو

گر ایسا نہیں ہے تو مردودِ دیں ہے
بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں ہے

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا　　کہ شیدا تھے اُن پر یہود اور نصاریٰ
گواہ اُن کی نرمی کا قرآں ہے سارا　　خود اَلدِّیْنُ یُسْرٌ نبی نے پکارا

مگر یاں کیا ایسا دشوار اُن کو
کہ مومن سمجھنے لگے بار اُن کو

نہ کی اُن کی اخلاق میں رہنمائی　　نہ باطن میں کی اُن کے پیدا صفائی
پہ احکامِ ظاہر کی لے یہ بڑھائی　　کہ ہوتی نہیں اُن سے دم بھر رہائی

وہ دیں جو کہ چشمہ تھا خُلقِ نکو کا
کیا قلتین اس کو غسل و وضو کا

تقلید

سدا اہلِ تحقیق سے دل میں بل ہے — حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
فتاووں پہ بالکل مدارِ عمل ہے — ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے
کتاب اور سُنّت کا ہے نام باقی
خُدا اور نبیؐ سے نہیں کام باقی

حال اہلسنت

جہاں مختلف ہوں روایات باہم — کبھی ہوں نہ سیدھی روایت سے خوش ہم
جسے عقل رکھے نہ ہرگز مُسلّم — اُسے ہر روایت سے سمجھیں مقدّم
سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں
سمجھ پر ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

شرک اور دعویٔ توحید

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خُدا کا تو کافر
جُھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں
نبیؐ کو جو چاہیں خُدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اِسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہُوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شِرک باقی نہ وہم و گُماں میں وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اِسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مُسلماں

تعصب کہ ہے دُشمنِ نوعِ اِنساں بھرے گھر کئے سیکڑوں جس نے ویراں
ہُوئی بزمِ نمرود جس سے پریشاں کیا جس نے فرعون کو نذرِ طُوفاں
گیا جوش میں بُولہب جس کے کھویا
ابوجہل کا جس نے بیڑا ڈبویا

وہ یاں اِک عجب بھیس میں جلوہ گر ہے چُھپا جس کے پردے میں اس کا ضرر ہے
بھرا زہر جس جام میں سر بسر ہے وہ آبِ بقا ہم کو آتا نظر ہے
تعصب کو اِک جُزوِ دیں سمجھے ہیں ہم
جہنّم کو خُلدِ بریں سمجھے ہیں ہم

ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے کہ جو کام دِینی ہے یا دُنیوی ہے
مُخالف کی رِیس اُس میں کرنی بُری ہے نشاں غیرتِ دینِ حق کا یہی ہے
مخالف کی اُلٹی ہر اک بات سمجھو
وہ دِن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

قدم گر رہِ راست پر اُس کا پاؤ	تو تم سیدھے رستے سے کترا کے جاؤ
پڑیں اس میں جو دقتیں وہ اُٹھاؤ	لگیں جس قدر ٹھوکریں اُس میں کھاؤ

جو نکلے جہاز اُس کا بچ کر بھنور سے
تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے

اگر مسخ ہو جائے صورت تمہاری	بہائم میں مل جائے سیرت تمہاری
بدل جائے بالکل طبیعت تمہاری	سراسر بگڑ جائے حالت تمہاری

تو سمجھو کہ ہے حق کی اک شان یہ بھی
ہے اک جلوۂ نورِ ایمان یہ بھی

نہ اوضاع میں تم سے نسبت کسی کو	نہ اخلاق میں تم پہ سبقت کسی کو
نہ حاصل یہ کھانوں میں لذت کسی کو	نہ پیدا یہ پوشش میں زینت کسی کو

تمہیں فضل ہر علم میں برملا ہے
تمہاری جہالت میں بھی اک ادا ہے

کوئی چیز سمجھو نہ اپنی بری تم	رہو بات کو اپنی کرتے بڑی تم
حمایت میں ہو جب کہ اسلام کی تم	تو ہو ہر بدی اور گنہ سے بری تم

بدی سے نہیں مومنوں کو مضرت
تمہارے گنہ اور اوروں کی طاعت

مخالف کا اپنے اگر نام لیجے — تو ذکر اُس کا ذلت سے خواری سے کیجے
کبھی بھول کر طرح اُس میں نہ دیجے — قیامت کو دیکھو گے اِس کے نتیجے
گناہوں سے ہوتے ہو گویا مبرّا
مخالف پہ کرتے ہو جب تم تبرّا

نہ سُنّی میں اور جعفری میں ہو اُلفت — نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت
وہابی سے صُوفی کی کم ہو نہ نفرت — مقلد کرے نامقلد پہ لعنت
رہے اہلِ قبلہ میں جنگ ایسی باہم
کہ دینِ خدا پر ہنسے سارا عالم

کرے کوئی اِصلاح کا گر ارادہ — تو شیطان سے اُس کو سمجھو زیادہ
جب ایسے مُفسد سے ہے اِستفادہ — رہِ حق سے ہے برطرف اُس کا جادہ
شریعت کو کرتے ہیں برباد دونوں
ہیں مردود شاگرد و اُستاد دونوں

وہ دیں جس نے اُلفت کی بنیاد ڈالی — کیا طبعِ دوراں کو نفرت سے خالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی — ہر اک قوم کے دل سے نفرت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک و دیلم
ہُوئے سارے شیر و شکر مل کے باہم

تعصّب نے اس صاف چشمہ کو آ کر
کیا بُغض کے خار و خس سے مُکدّر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر
نفاق اہلِ قبلہ میں پھیلا سراسر

نہیں دستیاب ایسے اب دس مُسلماں
کہ ہو ایک کو دیکھ کر ایک شاداں

ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے
مُصیبت میں یاروں کے غمخوار ہوتے
سب ایک اِک کے باہم مددگار ہوتے
عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے

جب اُلفت میں یُوں ہوتے ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیرُ الامم ہم

اگر بھُولتے ہم نہ قولِ پیمبرؐ
کہ "ہیں سب مُسلمان باہم برادر"
برادر ہے جب تک برادر کا یاور
معین اُس کا ہے خُود خداوندِ داور

تو آتی نہ بیڑے پہ اپنے تباہی
فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

وہ گھر جس میں دل ہوں ملے سب کے باہم
خُوشی ناخوشی میں ہوں سب یار و ہمدم
اگر ایک خوش دل تو گھر سارا خرّم
اگر ایک غمگیں تو دل سب کے پُر غم

مُبارک ہے اس قصرِ شاہنشہی سے
جہاں ایک دل ہو مُکدّر کسی سے

اخلاق اہل اسلام

اگر ہو مدار اس پہ تحقیقِ دیں کا — کہ ہے دین والوں کا برتاؤ کیسا
کھرا اُن کا بازار ہے یا کہ کھوٹا — ہے قول و قرار اُن کا جھوٹا کہ سچا
تو ایسے نمونے بہت شاذ ہیں یاں
کہ اِسلام پر جن سے قائم ہو برہاں

غیبت

مجالس میں غیبت کا زور اس قدر ہے — کہ آلودہ اس خون میں ہر بشر ہے
نہ بھائی کو بھائی سے یاں درگذر ہے — نہ مُلّا کو صوفی کو اس سے حذر ہے
اگر نشۂ مے ہو غیبت میں پنہاں
تو ہُشیار پائے نہ کوئی مسلماں

حسد

جنہیں چار پیسے کا مقدور ہے یاں — سمجھتے نہیں ہیں وہ انساں کو انساں
موافق نہیں جن سے ایامِ دوراں — نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں
نشہ میں تکبر کے ہے چُور کوئی
حسد کے مرض میں ہے رنجُور کوئی

اگر مرجعِ خلق ہے ایک بھائی — نہیں ظاہرا جس میں کوئی بُرائی
بھلا جس کو کہتی ہے ساری خُدائی — ہر اک دل میں عظمت ہے جس کی سمائی
تو پڑتی ہیں اس پر نگاہیں غضب کی
کھٹکتا ہے کانٹا سا نظروں میں سب کی

بگڑتا ہے جب قوم میں کوئی بن کر ابھی بخت و اقبال تھے جس کے یاوُ
ابھی گردنیں جھکتی تھیں جس کے در پر مگر کر دیا اب زمانے نے بے پر
تو ظاہر میں کُڑھتے ہیں پر خوش ہیں جی میں
کہ ہمدرد ہات آیا اِک مفلسی میں

اگر اِک جوانمرد ہمدرد انساں کرے قوم پر دل سے جان اپنی قُرباں
تو خُود قوم اُس پر لگائے یہ بہتاں کہ ہے اِس کی کوئی غرض اس میں پنہاں
وگرنہ پڑی کیا کسی کو کسی کی
یہ چالیں سراسر ہیں خُود مطلبی کی

نکالے گر اُن کی بھلائی کی صُورت تو ڈالیں جہاں تک بنے اس میں کھنڈت
سُنیں کامیابی میں گر اس کی شہرت تو دل سے تراشیں کوئی تازہ تہمت
مُنہ اپنا ہو گو دین و دُنیا میں کالا
نہ ہو ایک بھائی کا پر بول بالا

اگر پاتے ہیں دو دلوں میں صفائی تو ہیں ڈالتے اس میں طرحِ جُدائی
ٹھنی دو گروہوں میں جس دم لڑائی تو گویا تمنّا ہماری بر آئی
بس اِس سے نہیں مشغلہ خُوب کوئی
تماشا نہیں ایسا مرغُوب کوئی

تغلب میں بدنیتی میں دغا میں — نمود اور بناوٹ فریب اور ریا میں
سعایت میں بہتان میں افترا میں — کسی بزم بیگانہ و آشنا میں

نہ پاؤ گے رسوا و بدنام ہم سے
بڑھے پھر نہ کیوں شانِ اسلام ہم سے

خوشامد میں ہم کو وہ قدرت ہے حاصل — کہ انساں کو ہر طرح کرتے ہیں مائل
کہیں احمقوں کو بناتے ہیں عاقل — کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل

کسی کو اُتارا کسی کو چڑھایا
یونہیں سیکڑوں کو اسامی بنایا

روایات پر حاشیہ اک چڑھانا — قسم جھوٹے وعدوں پہ سو بار کھانا
اگر مدح کرنا تو حد سے بڑھانا — مذمت پہ آنا تو طوفاں اُٹھانا

یہ ہے روزمرہ کا یاں اُنکے عنواں
فصاحت میں بے مثل ہیں جو مُسلماں

اُسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن — ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن
نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے اَن بَن — سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہزن

یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

وہ عہدِ ہمایوں جو خیر القروں تھا | خلافت کا جب تک کہ قائم ستوں تھا
نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا | سماں خیر و برکت کا ہر دم فزوں تھا

عدالت کے زیور سے تھے سب مزیّن
پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی | کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پہ سب کی
نہ کرتے تھے خود قولِ حق سے خموشی | نہ لگتی تھی حق کی انہیں بات کڑوی

غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا
خلیفہ سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا

نبیؐ نے کہا تھا انہیں فخرِ اُمّت | جنہیں خلد کی مل چکی تھی بشارت
مسلّم تھی عالم میں جن کی عدالت | رہا مفتخر جن سے تختِ خلافت

وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے در در
کہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سنکر

مگر ہم کہ ہیں دام و دد ہم سے بہتر | نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمر
نہ اقران و امثال میں ہم موقّر | نہ اجداد و اسلاف کے ہم میں جوہر

نصیحت سے ایسا برا مانتے ہیں
کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر　　کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہے جیسے مذکور قرآن کے اندر　　ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر
یونہیں جو کتاب اس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

ہنر ہم میں جو ہیں وہ معلوم ہیں سب　　علوم اور کمالات معدوم ہیں سب
چلن اور اطوار مذموم ہیں سب　　فراغت سے دولت سے محروم ہیں سب
جہالت نہیں چھوڑتی ساتھ دم بھر
تعصب نہیں بڑھنے دیتا قدم بھر

وہ تقویم پارینہ یونانیوں کی　　وہ حکمت کہ ہے ایک دھوکے کی ٹٹی
یقیں جس کو ٹھہرا چکا ہے نکمی　　عمل نے جسے کر دیا آ کے ردی
اسے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ
کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ

زبور اور توریت و انجیل و قرآں　　بالاجماع ہیں قابلِ نسخ و نسیاں
مگر لکھ گئے جو اصول اہلِ یوناں　　نہیں نسخ و تبدیل کا ان میں امکاں
نہیں مٹتے جب تک کہ آثارِ دنیا
مٹے گا کبھی کوئی شوشہ نہ ان کا

نتائج ہیں جو مغربی علم و فن کے — وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے
تعصب نے لیکن یہ ڈالے ہیں پردے — کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے
دلوں پہ ہیں نقش اہلِ یوناں کی رائیں
جواب وحی اترے تو ایماں نہ لائیں

اب اس فلسفہ پر جو ہیں مرنے والے — شفا اور مجسطی کے دم بھرنے والے
ارسطو کی چوکھٹ پہ سر دھرنے والے — فلاطون کی اقتدا کرنے والے
وہ تیلی کے کچھ بیل سے کم نہیں ہیں
پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

وہ جب کر چکے ختم تحصیلِ حکمت — بندھی سر پہ دستارِ علم و فضیلت
اگر رکھتے ہیں کچھ طبیعت میں جَودت — تو ہے سب سے اُن کی بڑی یہ لیاقت
کہ دن کو وہ رات کہہ دیں زباں سے
تو منوا کے چھوڑیں اسے اک جہاں سے

سوا اس کے جو آئے اُس کو پڑھا دیں — انہیں جو کچھ آتا ہے اُس کو بتا دیں
وہ سیکھے ہیں جو بولیاں سب سکھا دیں — میاں مٹھو اپنا سا اُس کو بنا دیں
یہ لے دے کے ہے علم کا اُن کے حاصل
اسی پر ہے فخر اُن کو بین الاماثل

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل ‏ ‏ نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل
نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل ‏ ‏ نہ بازار میں بوجھ اُٹھانے کے قابل
نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

جو پوچھو کہ حضرت نے جو کچھ پڑھا ہے ‏ ‏ مُراد آپ کی اُس کے پڑھنے سے کیا ہے
مفاد اس میں دُنیا کا یا دین کا ہے ‏ ‏ نتیجہ کوئی یا کہ اس کے سوا ہے
تو مجذوب کی طرح سب کچھ بکیں گے
جواب اس کا لیکن نہ کچھ دے سکیں گے

نہ حُجت رسالت پہ لا سکتے ہیں وہ ‏ ‏ نہ اسلام کا حق جتا سکتے ہیں وہ
نہ قرآں کی عظمت دکھا سکتے ہیں وہ ‏ ‏ نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ
دلیلیں ہیں سب آج بے کار اُن کی
نہیں چلتی توپوں میں تلوار اُن کی

پڑے اس مشقت میں ہیں وہ سراپا ‏ ‏ نتیجہ نہیں ان کو معلوم جس کا
گئیں بھول آگے کی بھیڑیں جو بیٹا ‏ ‏ اسی راہ پر پڑ لیا سارا گلا
نہیں جانتے یہ کہ جاتے کدھر ہیں
گئے بھول رستہ وہ یا راہ پر ہیں

مثال اُن کی کوشش کی ہے صاف ایسی — کہ کھائی کہیں بندروں نے جو سردی
اِدھر اور اُدھر دیر تک آگ ڈھونڈی — کہیں روشنی اُن کو پائی نہ اُس کی

مگر ایک جُگنو چمکتا جو دیکھا
پتنگا اُسے آگ کا سب نے سمجھا

لیا جا کے تھام اور سب نے اُسی دم — کیا گھانس پھونس اس پہ لا کر فراہم
لگے اُس کو سُلگانے سب مِل کے باہم — پہ کچھ آگ سُلگی نہ سردی ہوئی کم

یونہیں رات ساری اُنہوں نے گنوائی
مگر اپنی محنت کی راحت نہ پائی

گذرتے تھے جو جانور اس طرف سے — جب اس کشمکش میں انہیں دیکھتے تھے
ملامت بہت سخت تھے ان کو کرتے — کہ شرمائیں وہ زعمِ باطل سے اپنے

مگر اپنی کد سے نہ باز آتے تھے وہ
ملامت پہ اور اُلٹے غرّاتے تھے وہ

نہ سمجھے وہ جب تک ہُوا دن نہ روشن — اسی طرح جو ہیں حقیقت کے دُشمن
نہ جھاڑیں گے گردِ توہم سے دامن — پہ جب ہوگا نورِ سحر لمعہ افگن

بہت جلد ہو جائے گا آشکارا
کہ جُگنو کو سمجھے تھے وہ اِک شرارا

وہ طب جس پہ غش ہیں ہمارے اطبّا — سمجھتے ہیں جس کو بیاضِ مسیحا
بتانے میں ہے بخل جس کے بہت سا — جسے عیب کی طرح کرتے ہیں اخفا
فقط چند نسخوں کا ہے وہ سفینہ
چلے آئے ہیں جو کہ سینہ بسینہ

نہ ان کو نباتات سے آگہی ہے — نہ اصلا خبر معدنیات کی ہے
نہ تشریح کی لے کسی پر کھلی ہے — نہ علمِ طبیعی نہ کیمسٹری ہے
نہ پانی کا علم اور نہ علمِ ہوا ہے
مریضوں کا اُن کے نگہباں خُدا ہے

نہ قانون میں اُن کے کوئی خطا ہے — نہ مخزن میں انگشت رکھنے کی جا ہے
سدیدی میں لکھا ہے جو کچھ بجا ہے — نفیسی کے ہر قول پر جاں فدا ہے
سلف لکھ گئے جو قیاس اور گماں سے
صحیفے ہیں اُترے ہوئے آسماں سے

وہ شعر اور قصائد کا ناپاک دفتر — عفونت میں سنڈاس سے جو ہے بدتر
زمیں جس سے ہے زلزلہ میں برابر — مَلک جس سے شرماتے ہیں آسماں پر
ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا
وہ علموں میں علمِ ادب ہے ہمارا

بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے	عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خُدا ہے	مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے

گنہگار واں چھوٹ جائینگے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

زمانہ میں جتنے قلی اور نفر ہیں	کمائی سے اپنی وہ سب بہرہ ور ہیں
گویّے امیروں کے نورِ نظر ہیں	ڈفالی بھی لے آتے کچھ مانگ کر ہیں

مگر اس تپِ دق میں جو مُبتلا ہیں
خُدا جانے وہ کس مرض کی دوا ہیں

جو سقّے نہ ہوں جی سے جائیں گذر سب	ہو مَیلا جہاں گُم ہوں دھوبی اگر سب
بنے دم پہ گر شہر چھوڑیں نفر سب	جو ٹھہر جائیں مہتر تو گندے ہوں گھر سب

پہ کر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے
کہیں مل کے "خس کم جہاں پاک" سارے

عرب جو تھے دُنیا میں اس فن کے بانی	نہ تھا کوئی آفاق میں جن کا ثانی
زمانہ نے جن کی فصاحت تھی مانی	مٹادی عزیزوں نے اُن کی نشانی

سب اُن کے ہنر اور کمالات کھو کر
رہے شاعری کو بھی آخر ڈبو کر

ادب میں پڑی جان اُن کی زباں سے — جِلا دین نے پائی اُن کے بیاں سے
سناں کے لئے کام اُنھوں نے لساں سے — زبانوں کے کوچے تھے بڑھ کر سناں سے
ہوئے اُنکے شعروں سے اخلاق صیقل
پڑی اُن کے خطبوں سے عالم میں ہلچل

خلف اُنکے یاں جو کہ جادو بیاں ہیں — فصاحت میں مقبول پیر و جواں ہیں
بلاغت میں مشہورِ ہندوستاں ہیں — وہ کچھ ہیں تو لے دیکے اس گوں کے یاں ہیں
کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں
تو بھانڈ اُن کی غزلیں مجالس میں گائیں

طوائف کو ازبر ہیں دیوان اُن کے — گویّوں پہ بے حد ہیں احسان اُن کے
نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان اُن کے — ثناخواں ہیں ابلیس و شیطان اُن کے
کہ عقلوں پہ پردے دیئے ڈال اُنہوں نے
ہمیں کر دیا فارغ البال اُنہوں نے

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے — تباہ اُن کی حالت بُری اُن کی گت ہے
کسی کو کبوتر اُڑانے کی لت ہے — کسی کو بٹیریں لڑانے کی دھت ہے
چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی
مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی

سدا گرم انفار سے اُن کی صحبت — ہر اک رند و اوباش سے انکی ملت
پڑھے لکھوں کے سایہ سے اُن کو وحشت — مدارس سے تعلیم سے اُن کو نفرت

کمینوں کے جرگے میں عمریں گنوانی
اُنہیں گالیاں دینی اور آپ کھانی

نہ علمی مدارس میں ہیں اُن کو پاتے — نہ شائستہ جلسوں میں ہیں آتے جاتے
پہ میلوں کی رونق ہیں جا کر بڑھاتے — پڑے پھرتے ہیں دیکھتے اور دکھاتے

کتاب اور معلم سے پھرتے ہیں بھاگے
مگر ناچ گانے میں ہیں سب سے آگے

اگر کیجے اُن پاک شہدوں کی گنتی — ہوا جن کے پہلو سے بچ کر ہے چلتی
ملی خاک میں جن سے عزت بڑوں کی — مٹی خاندانوں کی جن سے بزرگی

تو یہ جس قدر خانہ برباد ہونگے
وہ سب ان شریفوں کی اولاد ہونگے

ہوئی ان کی بچپن میں یوں پاسبانی — کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگانی
لگی ہونے جب کچھ سمجھ بوجھ سیانی — چڑھی بھوت کی طرح سر پر جوانی

بس اب گھر میں دشوار تھمنا ہے اُن کا
اکھاڑوں میں تکیوں میں رہنا ہے اُن کا

نشہ میں مئے عشق کے چُور ہیں وہ — صفِ فوجِ مژگاں میں محصور ہیں وہ
غمِ چشم و ابرو میں رنجور ہیں وہ — بہت ہات سے دل کے مجبور ہیں وہ
کریں کیا کہ ہے عشق طینت میں اُنکی
حرارت بھری ہے طبیعت میں اُنکی

اگر شش جہت میں کوئی دلرُبا ہے — تو دل اُن کا نادیدہ اس پر فدا ہے
اگر خواب میں کُچھ نظر آگیا ہے — تو یاد اُس کی دن رات نامِ خُدا ہے
بھری سب کی وحشت سے رودادہی یاں
جسے دیکھئے قیس و فرہاد ہی یاں

اگر ماں ہے دُکھیا تو اُن کی بلا سے — اپاہج ہے باوا تو اُن کی بلا سے
جو ہے گھر میں فاقہ تو اُن کی بلا سے — جو مرتا ہے کُنبا تو اُن کی بلا سے
جنھوں نے لگائی ہو لو دلرُبا سے
غرض پھر اُنہیں کیا رہی ماسوا سے

نہ گالی سے دُشنام سے جی چُرائیں — نہ جُوتی سے بیزار سے ہچکچائیں
جو میلوں میں جائیں تو چپن دکھائیں — جو محفل میں بیٹھیں تو فتنے اُٹھائیں
لرزتے ہیں اوباش اُن کی ہنسی سے
گریزاں ہیں رند اُن کی ہمسائگی سے

سپوتوں کو اپنے اگر بیاہ دیجے — تو بہوؤں کا بوجھ اپنی گردن پہ لیجے
جو بیٹی کے پیوند کی فکر کیجے — تو بدراہ ہیں بھانجے اور بھتیجے
یہی جھینکنا گو بہ گو گھر بہ گھر ہے
بہو کو ٹھکانا نہ بیٹی کو بر ہے

نہ مطلب نگاری کا اُن کو سلیقہ — نہ دربارداری کا اُن کو سلیقہ
نہ امیدواری کا اُن کو سلیقہ — نہ خدمت گذاری کا اُن کو سلیقہ
قُلی یا نفر ہو تو کچھ کام آئے
مگر اِن کو کس مد میں کوئی کھپائے

نہیں ملتی روٹی جنہیں پیٹ بھر کے — وہ گزران کرتے ہیں سو عیب کر کے
جو ہیں اُن میں دو چار آسودہ گھر کے — وہ دن رات خواہاں ہیں مرگِ پدر کے
نمونے یہ اعیان و اشراف کے ہیں
سلف اِن کے وہ تھے خلف اُنکے یہ ہیں

وہ اِسلام کی پود شاید یہی ہے — کہ جس کی طرف آنکھ سب کی لگی ہے
بہت جس سے آئندہ چشم بہی ہے — بقا منحصر جس پہ اِسلام کی ہے
یہی جان ڈالے گی باغ کہن میں؟
اِسی سے بہار آئے گی اِس چمن میں؟

یہی ہیں وہ نسلیں مُبارک ہماری؟ کہ بخشیں گی جو دین کو اُستواری؟
کریں گی یہی قوم کی غم گُساری؟ اُنھیں پر امیدیں ہیں موقوف ساری؟
یہی شمعِ اسلام روشن کریں گی؟
بڑوں کا یہی نام روشن کریں گی؟

خلف اُنکے الحق اگر یاں یہی ہیں سلف کے اگر فاتحہ خواں یہی ہیں
اگر یادگارِ عزیزاں یہی ہیں اگر نسلِ اشراف و اعیاں یہی ہیں
تو یاد اس قدر اُن کی رہ جائے گی یاں
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یاں

سمجھتے ہیں شائستہ جو آپ کو یاں ہیں آزادیٔ رائے پر جو کہ نازاں
چلن پر ہیں جو قوم کے اپنی خنداں مُسلماں ہیں سب جن کے نزدیک ناداں
جو ڈھونڈو گے یاروں کے ہمدرد اُن میں
تو نکلیں گے تھوڑے جوانمرد اُن میں

نہ رنج ان کے افلاس کا اُن کو اصلا نہ فکر اُن کی تعلیم اور تربیت کا
نہ کوشش کی ہمت نہ دینے کو پیسا اُڑانا مگر مُفت ایک اِک کا خاکا
کہیں اُن کی پوشاک پر طعن کرنا
کہیں اُن کی خوراک کو نام دھرنا

٬٬

عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا — نشانہ اُسے پھبتیوں کا بنانا
شماتت سے دل بھائیوں کا دُکھانا — یگانوں کو بیگانہ بن کر چڑانا

نہ کچھ درد کی چوٹ اُن کے جگر میں
نہ قطرہ کوئی خون کا چشمِ تر میں

جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے — پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے — کوئی اُن میں سوتا کوئی جاگتا ہے

جو سوتے ہیں وہ مستِ خوابِ گراں ہیں
جو بیدار ہیں ان پہ خندہ زناں ہیں

کوئی اُن سے پوچھے کہ اے ہوش والو — کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو
بُرا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو — نہ چھوڑے گا سوتوں کو اور جاگتوں کو

بچوگے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے

غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا — کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیر اور جاہل ضعیف اور توانا — تأسف کے قابل ہے احوال سب کا

مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

٥٣

مسدس حالی

کسی نے یہ اک مردِ دانا سے پوچھا　　کہ "نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا؟"
کہا "عقل جس سے ملے دین و دنیا"　　کہا "گر نہ ہو اس سے انساں کو بہرا"
کہا "پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے
کہ جو باعثِ افتخارِ بشر ہے"

کہا "گر نہ ہو یہ بھی اُس کو میسّر"　　کہا "مال و دولت ہے پھر سب سے بڑھ کر"
کہا "در ہو یہ بھی اگر بند اُس پر"　　کہا "اُس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر
وہ ننگِ بشر تا کہ ذلت سے چھوٹے
خلائق سب اُس کی نحوست سے چھوٹے"

مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم یارو　　مبادا کہ وہ ننگِ عالم تمہیں ہو
گر اسلام کی کچھ حمیّت ہے تم کو　　تو جلدی سے اُٹھو اور اپنی خبر لو
وگرنہ یہ قول آئے گا راست تم پر
کہ ہونے سے اِن کا نہ ہونا ہے بہتر

رہو گے یونہیں فارغ البال کب تک　　نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود پامال کب تک　　نہ چھوڑو گے تم بھیڑیا چال کب تک
بس اگلے فسانے فراموش کردو
تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آ رہی ہیں کہ راجا سے پرجا تلک سب سکھی ہیں

تسلط ہے ملکوں میں امن واماں کا
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

نہ بدخواہ ہے دین وایماں کا کوئی نہ دشمن حدیث اور قرآں کا کوئی
نہ ناقص ہے ملت کے ارکاں کا کوئی نہ مانع شریعت کے فرماں کا کوئی

نمازیں پڑھو بے خطر معبدوں میں
اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں

کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں تو ہموار ہیں کسبِ دولت کی راہیں

نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا
نہ باہر ہے قزاق و رہزن کا کھٹکا

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے وہ اب سراسر ظفر کا

پہنچتی ہیں ملکوں میں دم دم کی خبریں چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہر اک بر اعظم کی خبریں کھلی ہیں زمانہ پہ عالم کی خبریں
نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

کرو قدر اس امن و آزادگی کی کہ ہے صاف ہر سمت راہِ ترقی
ہر اک راہ رو کا زمانہ ہے ساتھی یہ ہر سُو سے آواز پیہم ہے آتی
کہ دُشمن کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر ہے
نکل جاؤ رستہ ابھی بے خطر ہے

بہت قافلے دیر سے جا رہے ہیں بہت بوجھ بار اپنے لدوا رہے ہیں
بہت چل چلاؤ میں گھبرا رہے ہیں بہت سے نہ چلنے سے پچھتا رہے ہیں
مگر اک تمہیں ہو کہ سوتے ہو غافل
مبادا کہ غفلت میں کھوٹی ہو منزل

نہ بدخواہ سمجھو بس اب یاوروں کو لٹیرے نہ ٹھہراؤ تُم رہبروں کو
دو الزام پیچھے نصیحت گروں کو ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو
کہ خالی ہیں یا پُر ذخیرے تمہارے
بُرے ہیں کہ اچھے وتیرے تمہارے

امیروں کی تم سُن چکے داستاں سب — چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب
شریفوں کی حالت سے تم پر عیاں سب — بگڑنے کو تیار بیٹھے ہیں یاں سب

یہ بوسیدہ گھر اب گرا کا گرا ہے
ستوں مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے

یہ جو کچھ ہوا ایک شمہ ہے اُس کا — کہ جو وقت یاروں پہ ہے آنے والا
زمانہ نے اُونچے سے جس کو گرایا — وہ آخر کو مٹی میں مل کر رہے گا

نہیں گرچہ کچھ قوم میں حال باقی
ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے — سرانجام ہر قوم و ملت یہی ہے
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے — طلسمِ جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت یاں ہُوئے خشک چشمے اُبل کر
بہت باغ چھانٹے گئے پُھول پھل کر

کہاں ہیں وہ اہرامِ مصری کے بانی — کہاں ہیں وہ گُردانِ زابلستانی
گئے پیشدادی کدھر اور کیانی — مٹا کر رہی سب کو دُنیائے فانی

لگاؤ کہیں کھوج کلدانیوں کا
بتاؤ نشاں کوئی ساسانیوں کا

وہی ایک ہے جس کو دایم بقا ہے
جہاں کی وراثت اُسی کو سزا ہے

سوا اُس کے انجام سب کا فنا ہے
نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے

مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب
غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب

ضمیمہ

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بجھا تو　　　جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو
ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو　　　فسردہ دلوں کے دل آکر بڑھا تو

ترے دم سے مُردوں میں جانیں پڑی ہیں
جلی کھیتیاں تُو نے سرسبز کی ہیں

سفینہ پہ نوح کے طوفاں میں تُو تھی　　　سکوں بخش یعقوب کنعاں میں تُو تھی
زلیخا کی غمخوار ہجراں میں تُو تھی　　　دل آرام یوسف کی زنداں میں تُو تھی

مصائب نے جب آن کر اُن کو گھیرا
سہارا وہاں سب کو تھا ایک تیرا

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تُو نے　　　بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تُو نے
اُکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تُو نے　　　اجڑتے گھروں کو بسایا ہے تُو نے

بہت تُو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اُجالا کیا ہے

قوی تجھ سے ہمت ہے پیروجواں کی
بندھی تجھ سے ڈھارس ہی خُردو کلاں کی
تجھی پر ہے بُنیادِ نظم جہاں کی
نہ ہوتُو تو رونق نہ ہو اس دُکاں کی

تگا پُو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے
روا رو ہے ہر قافلے میں تجھی سے

کِسانوں سے کلر میں ہے تو بُواتی
جہازوں کو گرداب میں ہے کِھواتی
سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھاتی
فریدوں کو ضحاک سے ہے لڑاتی

چلے سب جدھر تُو نے مائل عناں کی
نظر تیری سیٹی پہ ہے کارواں کی

نوازا بہت بے نواؤں کو تُو نے
تونگر بنایا گداؤں کو تُو نے
دیا دسترس نارساؤں کو تُو نے
کیا بادشہ ناخداؤں کو تُو نے

سکندر کو شانِ کئی تُو نے بخشی
کُلمبس کو دُنیا نئی تُو نے بخشی

وہ رہرو نہیں رکھتے جو کوئی ساماں
خورو زاد سے جن کا خالی ہے داماں
نہ ساتھی کوئی جس سے منزل ہو آساں
نہ محرم کوئی جو سُنے دردِ پنہاں

ترے بل پہ خوش خوش ہیں اس طرح جاتے
کہ جا کر خزانہ ہیں اب کوئی پاتے

زمیں جوتنے کو جب اُٹھتا ہے جوتا ہمیں کا گماں تک نہیں جب کہ ہوتا
شب و روز محنت میں ہے جان کھوتا مہینوں نہیں پاؤں پھیلا کے سوتا

اگر موجزن اُس کے دل میں نہ تو ہو
تو دُنیا میں غل بھوک کا چار سو ہو

بنے اس سے بھی گر سوا اپنے دم پر بلاؤں کا ہو سامنا ہر قدم پر
پہاڑ اک فنروں اور ہو کوہِ غم پر گُزرنی ہو جو کچھ گزر جائے ہم پر

نہیں فکر۔ تو دل بڑھاتی ہی جب تک
دماغوں میں بُو تیری آتی ہی جب تک

یہ سچ ہے کہ حالت ہماری زبُوں ہے عزیزوں کی غفلت وہی جُوں کی توں ہے
جہالت وہی قوم کی رہنموں ہے تعصب کی گردن پہ ملت کا خوں ہے

مگر اے اُمید اک سہارا ہے تیرا
کہ جلوہ یہ دُنیا میں سارا ہے تیرا

نہیں قوم میں گرچہ کچھ جان باقی نہ اُس میں وہ اسلام کی شان باقی
نہ وہ جاہ و حشمت کے سامان باقی پر اس حال میں بھی ہے اِک آن باقی

بگڑنے کا گو اُن کے وقت آگیا ہے
مگر اس بگڑنے میں بھی اک ادا ہے

غیرت و حمیت

بہت ہیں ابھی جن میں غیرت ہے باقی | دلیری نہیں پر حمیت ہے باقی
فقیری میں بھی بوئے ثروت ہے باقی | تہیدست ہیں پر مروت ہے، باقی
مٹے پر بھی پندارِ ہستی وہی ہے
مکاں گرم ہے آگ گو بجھ گئی ہے

خودداری

سمجھتے ہیں عزت کو دولت سے بہتر | فقیری کو ذلت کی شہرت سے بہتر
گلیمِ قناعت کو ثروت سے بہتر | انہیں موت ہے بارِ منت سے بہتر
سر اُن کا نہیں در بدر جھکنے والا
وہ خود پست ہیں پر نگاہیں ہیں بالا

اسلامِ بیمار

مشابہ ہے قوم اس مریضِ جواں سے | کیا ضعف نے جس کو یاس جاں سے
نہ بستر سے حرکت نہ جنبش مکاں سے | اجل کے ہیں آثار جس پر عیاں سے
نظر آتے ہیں سب مرض جس کے مزمن
نہیں کوئی مہلک مرض اس کو لیکن

بجا ہیں حواس اس کے اور ہوش قائم | طبیعت میں میلِ خور و نوش قائم
دماغ اور دل چشم اور گوش قائم | جوانی کا پندار اور جوش قائم
کرے کوئی اس کی اگر غور کامل
عجب کیا جو ہو جائے زندوں میں شامل

عیاں سب پہ احوال بیمار کا ہے　　کہ تیل اس میں جو کچھ تھا سب جل چکا ہے
موافق دوا ہے نہ کوئی غذا ہے　　ہُزالِ بدن ہے زوالِ قویٰ ہے
مگر ہے ابھی یہ دیا ٹمٹماتا
بجھا جو کہ ہے یاں نظر سب کو آتا

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحطِ انساں　　نہیں قوم کے ہیں سب افراد یکساں
سفال و خزف کے ہیں انبار گویاں　　جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں ان میں پنہاں
چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ
ملے ریت میں ریزۂ زر بھی ہیں کچھ

جو بے غم ہیں اُن میں تو غمخوار بھی ہیں　　جو بے مہر ہیں کچھ تو کچھ یار بھی ہیں
اِنہیں غافلوں میں خبردار بھی ہیں　　خرابات میں چند ہشیار بھی ہیں
جماعت سے اپنی نرالے بھی ہیں یاں
نکموں میں کچھ کام والے بھی ہیں یاں

جو چاہیں پلٹ دیں یہی سب کی کایا　　کہ ایک اک نے ملکوں کو ہے یاں جگایا
اکیلوں نے ہے قافلوں کو بچایا　　جہازوں کو ہے زورقوں نے ترایا
یونہیں کام دُنیا کا چلتا رہا ہے
دیئے سے دیا یونہیں جلتا رہا ہے

یہ سچ ہے کہ ہیں بیشتر ہم میں ناداں — نہیں جن کے دردِ تعصب کا درماں
جہاں میں ہیں جو اُن کی عزت کے خواہاں — انہیں سے وہ رہتے ہیں دست و گریباں
پہ ایسے بھی کچھ ہوتے جاتے ہیں پیدا
کہ جو خیر خواہوں پہ ہیں اپنے شیدا

کوئی خیر خواہی میں ہے ہمسر اُن کا — کوئی دست و بازو سے ہے یاور اُن کا
کوئی ہے زباں سے ستائش گر اُن کا — بہت رکھتے ہیں نقشِ حُبِ دل پر اُن کا
بہت اُن کے گُن سُنتے ہیں چُپکے چُپکے
بہت سُن کے سر دُھنتے ہیں چُپکے چُپکے

بہت دن سے دریا کا پانی کھڑا تھا — تموّج کا جس میں نہ ہرگز پتا تھا
تغیّر سے یہ حال اُس کا ہوا تھا — کہ مکروہ تھی بُو تو کڑوا مزا تھا
ہوئی تھی یہ پانی سے زائل روانی
کہ مشکل سے کہہ سکتے تھے اُسکو پانی

پر اب اُس میں رَو کچھ کچھ آنے لگی ہے — کناروں کو اُس کے ہلانے لگی ہے
ہوا بُلبُلے کچھ اُٹھانے لگی ہے — عفونت وہ پانی سے جانے لگی ہے
اگر ہو نہ یہ انقلاب اتفاقی
تو دریا میں بس اک تموّج ہے باقی

حوادث نے اُن کو ڈرایا ہے کُچھ کُچھ　　مصائب نے نیچا دکھایا ہے کُچھ کُچھ
ضرورت نے رستہ بتایا ہے کُچھ کُچھ　　زمانے کے غُل نے جگایا ہے کُچھ کُچھ

ذرا دست و بازو ہلانے لگے ہیں
وہ سوتے میں کچھ کُلبلانے لگے ہیں

راہِ راست پر ہیں وہ کُچھ آتے جاتے　　تعلّی سے ہیں اپنی شرماتے جاتے
تفاخر سے ہیں اپنے پچھتاتے جاتے　　سراغ اپنا کچھ کچھ ہیں وہ پاتے جاتے

بندگی کے دعووں سے پھرنے لگے ہیں
وہ خُود اپنی نظروں سے گرنے لگے ہیں

نہیں گھاٹ پر گو ترقی کے آتے　　نئی بات سے ناک بھوں ہیں چڑھاتے
نئی روشنی سے ہیں آنکھیں چُراتے　　مگر ساتھ ہی یہ بھی ہیں کہتے جاتے

کہ دُنیا نہیں گرچہ رہنے کے قابل
پر اس طرح دُنیا میں رہنا ہے مشکل

تنزّل پہ وہ ہاتھ ملنے لگے ہیں　　کُچھ اس سوز سے جی پگھلنے لگے ہیں
دھوئیں کُچھ دلوں سے نکلنے لگے ہیں　　کُچھ آرے سے سینوں پہ چلنے لگے ہیں

وہ غفلت کی راتیں گزرنے کو ہیں اب
نشے جو چڑھے تھے اُترنے کو ہیں اب

نہیں گر یہ کچھ درد اسلام اُن کو نہ بہبودئ قوم سے کام اُن کو
نہ کچھ فکرِ آغاز و انجام اُن کو برابر ہے ہو صبح یا شام اُن کو
مگر قوم کی سن کے کوئی مصیبت
انہیں کچھ نہ کچھ آہی جاتی ہے رقت

خصومت سے ہیں اپنی گو خوار یاں سب نزاعوں سے باہم کے ہیں ناتواں سب
خود آپس کی چوٹوں سے ہیں خستہ جاں سب پہ ہیں متفق اس پہ پیر و جواں سب
کہ نااتفاقی نے کھویا ہے ہم کو
اِسی جزر و مد نے ڈبویا ہے ہم کو

یہ مانا کہ کم ہم میں ہیں ایسے دانا جنہوں نے حقیقت کو ہے اپنی چھانا
تنزل کو ہے ٹھیک ٹھیک اپنے جانا کہ ہم ہیں کہاں اور کہاں ہے زمانا
پہ اتنا زبانوں پہ ہے سب کی جاری
کہ حالت بری آج کل ہے ہماری

فرائض ہیں گو دین کے سب ہیں قاصر نہ مشغول باطن نہ پابندِ ظاہر
مساجد سے غائب ملاہی میں حاضر مگر ایسے فاسق ہیں اُن میں نہ فاجر
کہ مذہب پہ حملے ہیں جو ہر طرف سے
وہ دیکھیں اُن کو ہٹ جائیں راہِ سلف سے

خود اپنی سے بے گو قدر و قیمت گنوائی — پہ بھولے نہیں ہیں بڑوں کی بڑائی
جو آپ اُن کی خوبی نہیں کوئی پائی — تو ہیں خوبیوں پر اُنہیں کی فدائی

شرف گو کہ باقی نہیں ان میں اب کچھ
مگر خواب میں دیکھ لیتے ہیں سب کچھ

ذرا پھر کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں — وہ اپنا حسب اور نسب دیکھتے ہیں
بزرگوں کا علم و ادب دیکھتے ہیں — سرافرازیِ جدّ و اب دیکھتے ہیں

تو ہیں فخر سے وہ کبھی سر اُٹھاتے
کبھی ہیں ندامت سے گردن جھکاتے

اگر کچھ بھی باقی ہو یاروں میں ہمت — تو اُن کا یہی افتخار اور ندامت
شگونِ سعادت ہے اور فالِ دولت — کہ آتی ہے کچھ اس سے بوئے حمیت

وہ کھو بیٹھے آخر کمائی بڑوں کی
بھلا دی جنھوں نے بڑائی بڑوں کی

اسیری میں جو گرمِ فریاد ہیں یاں — وہی آشیاں کرتے آباد ہیں یاں
قفس سے وہی ہوتے آزاد ہیں یاں — چمن کے جنھیں چپے یاد ہیں یاں

وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں
گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں

بلندی میں ہوں یا کہ پستی میں ہوں ہم — قوی ہوں کہ کمزور افزوں ہوں یا کم
محقر زمانہ میں ہوں یا مکرم — مؤخر ہوں اس بزم میں یا مقدم

عبا میں ہوں پوشیدہ یا شال میں ہوں
کسی رنگ میں ہوں کسی حال میں ہوں

اگر باخبر ہیں حقیقت سے اپنی — تلف کی ہوئی اگلی عظمت سے اپنی
بلندی و پستی کی نسبت سے اپنی — گذشتہ اور آئندہ حالت سے اپنی

تو سمجھو کہ ہے پار کھیوا ہمارا
نہیں دور منجدھار سے کچھ کنارا

الپ ارسلاں سے یہ طغرل نے پوچھا — کہ قومیں ہیں دنیا میں جو جلوہ فرما
نشاں اُن کی اقبال مندی کے ہیں کیا — کب اقبال مند اُن کو کہنا ہے زیبا

کہا ملک و دولت ہو ہاتھ اُنکے جب تک
جہاں ہو کمربستہ ساتھ اُنکے جب تک

جہاں جائیں وہ سرخرو ہو کے آئیں — ظفر ہم عناں ہو جدھر باگ اُٹھائیں
نہ بگڑیں کبھی کام جو وہ بنائیں — نہ اکھڑیں قدم جس جگہ وہ جمائیں

کریں مس کو گر مس تو وہ کیمیا ہو
اگر خاک میں ہاتھ ڈالیں طلا ہو"

ولیعہد کی جب کہ باتیں سنیں یہ — ہنسا سُن کے فرزانۂ دُوربیں یہ
کہا جانِ عم گپ ہے گو دل نشیں یہ — مگر شرطِ اقبال ہرگز نہیں یہ

حوادث سے بن گزارہ نہیں یاں
بلندی و پستی سے چارہ نہیں یاں

بہم ہے کبھی گاہ برہم ہے محفل — کٹھن ہے کبھی گاہ آساں ہی منزل
زمانہ کی گردش سے بچنا ہے مشکل — نہ محفوظ ہیں اس سے مُدبر نہ مقبل

بہت یکہ تازوں کو یاں گھرتے دیکھا
سدا شہسواروں کو یاں گرتے دیکھا

جہاں سُود ہے یاں وہیں ہے زیاں بھی — جہاں روشنی ہے وہیں ہے دُھواں بھی
سقر بھی ہے یہ خاکداں اور جناں بھی — بہاریں بھی ہیں اس چمن میں خزاں بھی

نکھرتے ہیں جو یاں وہ گدلاتے بھی ہیں
چمکتے ہیں جو یاں وہ گہناتے بھی ہیں

ضعیف اور قوی ارمنی اور عراقی — چکھاتا ہے دُردِ قدح سب کو ساقی
یہ اقبال کی ہے رمق جن میں باقی — یہ سب تلخیاں اُن میں ہیں اتفاقی

بلاؤں میں گھر کر نکل جاتے ہیں وہ
ذرا ڈگمگا کر سنبھل جاتے ہیں وہ

نہیں ہوتے نیرنگِ گردوں سے حیراں
ہر اک درد کا ڈھونڈ لیتے ہیں درماں
اُٹھاتے نہیں کچھ حوادث سے نقصاں
وہ چونک اُٹھتے ہیں دیکھ خوابِ پریشاں

بھڑکتے ہیں افسردہ ہو کر سوا وہ
پھبکتے ہیں پژمُردہ ہو کر سوا وہ

پھسلتے ہیں سانچے میں ڈھلنے کی خاطر
لگاتے ہیں غوطہ اُچھلنے کی خاطر
ٹھہرتے ہیں دم لیکے چلنے کی خاطر
وہ کھاتے ہیں ٹھوکر سنبھلنے کی خاطر

سبب کو مرض سے سمجھتے ہیں پہلے
اُلجھتے ہیں پیچھے سلجھتے ہیں پہلے

ضرورت نہیں یہ کہ فرمانروا ہوں
رعیت ہوں وہ خواہ کشور کشا ہوں
سپاہی ہوں تاجر ہوں یا ناخدا ہوں
وہ کچھ ہوں پہ اپنے سے واقف ذرا ہوں

کہ ہم کیا ہیں اور کون ہیں اور کہاں ہیں
گھٹے یا بڑھے ہیں۔ سبک یا گراں ہیں

جب آئے اُنہیں ہوش کچھ وقت کھو کر
رہیں بیٹھ قسمت کو اپنی نہ رو کر
کریں کوششیں سب بہم ایک ہو کر!
رہیں داغ ذلت کا دامن سے دھو کر

نہ ہو تابِ پرواز گر آسماں تک
تو واں تک اڑیں ہو رسائی جہاں تک

پڑا ہے وہی وقت اب ہم پہ آکر ۔ کہ اُٹھے ہیں سوتے بہت دن چڑھا کر
سواروں نے کی راہ طے باگ اُٹھا کر ۔ گئے قافلے ٹھہر منزل پہ جا کر

گر افتاں و خیزاں سدھارے بھی اب ہم
تو پہنچے بھلا جا کے منزل پہ کب ہم

مگر بیٹھ رہنے سے چلنا ہے بہتر ۔ کہ ہے اہلِ ہمت کا اللہ یاور
جو ٹھنڈک میں چلنا نہ آیا میسر ۔ تو پہنچیں گے ہم دھوپ کھا کھا کے سر پر

یہ تکلیف و راحت ہے سب اتفاقی
چلو اب بھی ہے وقت چلنے کا باقی

ہوا کچھ وہی جس نے یاں کچھ کیا ہے ۔ لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے
کرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے ۔ مثل ہے کہ کرتے کی سب بدیا ہے

یونہیں وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھووں سے ہیں زک اُٹھاتے

یہ برکت ہے دنیا میں محنت کی ساری ۔ جہاں دیکھئے فیض اُسی کا ہے جاری
یہی ہے کلیدِ درِ فضلِ باری ۔ اسی پر ہے موقوف عزت تمہاری

اسی سے ہے قوموں کی یاں آبرو سب
اسی پر ہیں مغرور میں اور تو سب

گلستاں میں جوبن گل و یاسمن کا | سماں زلفِ سنبل کی تاب و شکن کا
قدِ دل رُبا سرو اور نارون کا | رُخِ جاں فزا لالہ و نسترن کا

غریبوں کی محنت کی ہے رنگ و بو سب
کمیروں کے خوں سے ہیں یہ تازہ رو سب

ہلا سے تے نہ اگلے اگر دست و بازو | جہاں عطرِ حکمت سے ہوتا نہ خوشبو
نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو | نہ حق پھیلتا ربعِ مسکوں میں ہر سُو

حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم رہتے

ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا | اثر علمِ دیں کا نمایاں نہ ہوتا
جُدا کفر سے نورِ ایماں نہ ہوتا | مساجد میں یوں وردِ قرآں نہ ہوتا

خدا کی ثنا معبدوں میں نہ ہوتی
اذاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

نہیں ملتی کوشش سے دُنیا ہی تنہا | کہ ارکانِ دیں بھی اسی پر ہیں برپا
جنہیں ہو نہ دنیائے فانی کی پروا | کریں آخرت کا ہی وہ کاوش سودا

نہیں بنتے دنیا کی خاطر اگر تم
تو لو دینِ حق کی ہی اُٹھ کر خبر تم

بنی نوع میں دو طرح کے ہیں انساں — تفاوت سے ہی حالت میں جن کی نمایاں
کچھ ان میں ہیں راحت طلب اور تن آساں — بدن کے نگہبان بستر کے درباں

نہ محنت پہ مائل نہ قدرت کے قائل
سمجھتے ہیں تنکے کو رستے میں حائل

اگر ہیں تونگر تو بے کار ہیں سب — اپاہج ہیں روگی ہیں بیمار ہیں سب
تعیش کے ہاتھوں سے لاچار ہیں سب — تن آسانیوں میں گرفتار ہیں سب

برابر ہے یاں اُن کا ہونا نہ ہونا
نہ کچھ جاگنا اُن کا بہتر نہ سونا

اگر ہیں تہیدست اور بے نوا وہ — تو محنت سے ہیں جی چُراتے سدا وہ
نصیبوں کا کرتے ہیں اکثر گلا وہ — ہلاتے نہیں کچھ مگر دست و پا وہ

اگر بھیک مِل جائے قسمت سے اُن کو
تو سو بار بہتر ہے محنت سے اُن کو

نہ جو بے نوا ہیں نہ ہیں کچھ تونگر — وہ ہیں ڈھور کی طرح قانع اسی پر
کہ کھانے کو ملتا رہے پیٹ بھر کر — نہیں بڑھتے بس اس سے آگے قدم بھر

ہوئے زیورِ آدمیت سے عاری
معطل ہوئیں قوتیں اُن کی ساری

نہ ہمت کہ محنت کی سختی اُٹھائیں — نہ جُرأت کہ خطروں کے میداں میں آئیں
نہ غیرت کہ ذلت سے پہلو بچائیں — نہ عبرت کہ دُنیا کی سمجھیں ادائیں
نہ کل فکر تھا یہ کہ ہیں اس کے پھل کیا
نہ ہے آج پروا کہ ہونا ہے کل کیا

نہیں کرتے کھیتی میں وہ جاں فشانی — نہ ہل جوتتے ہیں نہ دیتے ہیں پانی
پہ جب یاس کرتی ہے دل پر گرانی — تو کہتے ہیں حق کی ہے نامہربانی
نہیں لیتے کُچھ کام تدبیر سے وہ
سدا لڑتے رہتے ہیں تقدیر سے وہ

کبھی کہتے ہیں ہیچ ہیں سب یہ ساماں — کہ خود زندگی ہے کوئی دن کی مہماں
دھرے سب یہ رہ جائینگے کاخ وایواں — نہ باقی رہے گی حکومت نہ فرماں
ترقی اگر ہم نے کی بھی تو پھر کیا
یہ بازی اگر جیت لی بھی تو پھر کیا

یہ سرگرم کوشش میں جو روزوشب ہیں — اُٹھاتے سدا بار رنج و تعب ہیں
ترقی کے میداں میں سبقت طلب ہیں — نمائش پہ دُنیا کی بھولے یہ سب ہیں
نہیں ان کو کچھ اپنی محنت سے لینا
بناتے ہیں وہ گھر نہیں جس میں رہنا

کبھی کرتے ہیں عقلِ انساں پہ نفریں　　کہ با وصفِ کوتاہ بینی ہے خود بیں
وہ تدبیریں اِس طرح کرتی ہے تلقیں　　کہ گویا کھلا اِس پہ ہے سرِّ تکویں

مگر سب خیالات ہیں خام اس کے
ادھورے ہیں جتنے ہیں یاں کام اس کے

نہ اسبابِ راحت کی اُس کو خبر کچھ　　نہ آثارِ دولت کی اُس کو خبر کچھ
نہ عزت نہ ذلت کی اُس کو خبر کچھ　　نہ کلفت نہ راحت کی اُس کو خبر کچھ

نہ آگاہ اِس سے ہے کہ ہستی ہی شے کیا
نہ واقف کہ مقصودِ ہستی سو ہے کیا

کبھی کہتے ہیں زہر ہے مال و دولت　　اُٹھاتے ہیں جس کیلئے رنج و محنت
اِسی سے گناہوں کی ہوتی ہے رغبت　　اِسی سے دماغوں میں آتی ہے نخوت

یہی حق سے کرتی ہے بندوں کو غافل
ہوئے ہیں عذاب اس سے قوموں پہ نازل

کبھی کہتے ہیں سعی و کوشش سی حاصل؟　　کہ مقسوم بن کوششیں سب ہیں باطل
نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل　　برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل

ہلانے سے روزی کی گر ڈور ہلتی
تو روٹی نکموں کو ہرگز نہ ملتی

نکموں کے ہیں سب یہ دلکش ترانے
سُلانے کو قسمت کے رنگیں فسانے
اسی طرح کے کر کے حیلے بہانے
نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے

وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی
کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی

سُنی تم نے یہ جس جماعت کی حالت
تنزل کی بُنیاد ہے یہ جماعت
بگڑتی ہیں قومیں اسی کی بدولت
ہوا اُس کی ہے مفسدِ ملک و ملت

کیا صور و صیدا کو برباد اسی نے
بگاڑا دمشق اور بغداد اسی نے

جہاں ہے زمیں پر نحوست ہے ان کی
جدھر ہے زمانہ میں نکبت ہے ان کی
مصیبت کا پیغام کثرت ہے ان کی
تباہی کا لشکر جماعت ہے ان کی

وجود ان کا اصل البلیات ہے یاں
خدا کا غضب ان کی بہتات ہے یاں

سب ایسے تن آسان و بے کار و کاہل
تمدن کے حق میں ہیں زہرِ ہلاہل
نہیں ان سے کچھ نوعِ انساں کو حاصل
نہیں ان کی صحبت کہ ہے سمِ قاتل

یہ جب پھیلتے ہیں سمٹتی ہے دولت
یہ جوں جوں کہ بڑھتے ہیں گھٹتی ہے دولت

جہاں بڑھ گئی اِن کی تعداد حد سے ہُوئی قوم محسوب سب دام و دد سے
رہا اُس کو بہرہ نہ حق کی مدد سے وہ اب بچ نہیں سکتی نکبت کی زد سے

بچو ایسے شوموں کی پرچھائیوں سے
ڈرو ایسے چُپ چاپ یغمائیوں سے

مگر اک فریق اور ان کے سوا ہے شرف جس سے نوعِ بشر کو ملا ہے
سب اس بزم میں جن کا نُور و ضیا ہے سب اس باغ کی جن سے نشو و نما ہے

ہُوئے جو کہ پیدا ہیں محنت کی خاطر
بنے ہیں زمانہ کی خِدمت کی خاطر

نہ راحت طلب ہیں نہ محنت طلب وہ لگے رہتے ہیں کام میں روز و شب وہ
نہیں لیتے دم ایک دم بے سبب وہ بہت جاگ لیتے ہیں سوتے ہیں تب وہ

وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دُنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دُنیا

چُنیں گر نہ وہ ہوں کھنڈر کاخ و ایواں بُنیں گر نہ وہ شاہ و کشور ہو عُریاں
جو بوئیں نہ وہ تو ہوں جاندار بے جاں جو چھانٹیں نہ وہ تو ہوں جنگل گلستاں

یہ چلتی ہے گاڑی انھیں کے سہارے
جو وہ کل سے بیٹھیں تو بے کل ہوں سارے

کماتے ہیں کوشش ہیں تاب و تواں کو گھلاتے ہیں محنت میں جسم و رواں کو
سمجھتے نہیں اس میں جان اپنی جاں کو وہ مر مر کے رکھتے ہیں زندہ جہاں کو

بس اس طرح جینا عبادت ہے اُن کی
اور اس دُھن میں مرنا شہادت ہے اُن کی

مُشقت میں عمر اُن کی کٹتی ہے ساری نہیں آتی آرام کی اُن سے باری
سدا بھاگ دوڑ اُن کی رہتی ہے جاری نہ آندھی ہیں عاجز نہ مینہ میں ہیں عاری

نہ لُو جیٹھ کی دم تڑاتی ہے اُن کا
نہ ٹھر ماگھ کی جی چھڑاتی ہے اُن کا

نہ احباب کی تیغ احساں سے گھائل نہ بیٹے سے طالب نہ بھائی سے سائل
نہ دُکھ درد میں سُوئے آرام مائل نہ دریا و کوہ اُن کے رستے میں حائل

سنے ہوں کبھی رستم و سام جیسے
غیور اب بھی لاکھوں ہیں گمنام ایسے

کسی کو یہ دُھن ہے کہ جو کچھ کمائیں کھلائیں کچھ اوروں کو کچھ آپ کھائیں
کسی کو یہ کد ہے کہ جھیلیں بلائیں پہ احساں کسی کا نہ ہرگز اُٹھائیں

کوئی محو ہے فکرِ فرزند و زن میں
کوئی چُور ہے حُبِ اہلِ وطن میں

جو مصروف ہے کاشتکاری میں کوئی   تو مشغول دوکان داری میں کوئی
عزیزوں کی ہے غمگساری میں کوئی   ضعیفوں کی خدمت گزاری میں کوئی
یہ ہے اپنی راحت کے ساماں کرتا
وہ کنبے پہ ہے جان قربان کرتا

کوئی اس تگ و دو میں رہتا ہے ہردم   کہ دولت جہاں تک ہو کیجے فراہم
رہیں جیتے جی تاکہ خود شاد و خرم   مریں جب تو دل پر نہ لے جائیں یہ غم
کہ بعد اپنے کھائیں گے فرزند و زن کیا
لباس ان کا اور اپنا ہوگا کفن کیا

بہت دل میں اپنے یہ رکھتے ہیں ارماں   کہ کر جائیں یاں کوئی کارِ نمایاں
وہ ہوں تاکہ جب چشمِ عالم سے پنہاں   تو ذکرِ جمیل اُن کا باقی رہے یاں
یہی طالبِ شہرت و نام لاکھوں
بناتے ہیں جمہور کے کام لاکھوں

بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے   نشاں جن سے قائم ہیں صدق و صفا کے
نہ شہرت کے خواہاں نہ طالب ثنا کے   نمائش سے بیزار دشمن ریا کے
ریاضت سب ان کی خدا کیلئے ہے
مشقت سب ان کی رضا کیلئے ہے

کوئی ان میں ہے حق کی طاعت پہ مفتوں　　کوئی نامِ حق کی اشاعت پہ مفتوں
کوئی زہد و صبر و قناعت پہ مفتوں　　کوئی پند و وعظِ جماعت پہ مفتوں

کوئی موج سے آپ کو ہے بچاتا
کوئی ناؤ ہے ڈوبتوں کی تراتا

بہت نوعِ انساں کے غمخوار و یاور　　ہوا خواہِ ملت بہ اندیشں کشور
شدائد کے دریائے خوں میں شناور　　جہاں کی پر آشوب کشتی کے لنگر

ہر اک قوم کی ہست و بود اُن سے ہی یاں
سب اس انجمن کی نمود اُن سے ہی یاں

کسی پر ہو سختی مصوبت سے ہے اُن پر　　کسی کو ہو غم رنج و کلفت سے ہے اُن پر
کہیں ہو ہلاکت مصیبت سے ہے اُن پر　　کہیں آئے آفت قیامت کے اُن پر

کسی پر چلیں تیر آماج ہیں یہ
لٹے کوئی رہ گیر تاراج ہیں یہ

ہم میں حشر تک بات پر اڑنے والے　　یہ پیماں کو میخوں سے ہیں جڑنے والے
یہ فوجِ حوادث سے ہیں لڑنے والے　　یہ غیروں کی ہیں آگ میں پڑنے والے

امنڈتا ہے رکنے سے اور ان کا دریا
جنوں سے زیادہ ہے کچھ ان کا سودا

جماتے ہیں جب پاؤں ہٹتے نہیں یہ　　بڑھا کر قدم پھر پلٹتے نہیں یہ
گئے پھیل جب پھر سمٹتے نہیں یہ　　جہاں بڑھ گئے بڑھ کے گھٹتے نہیں یہ

مہم بن کئے سر نہیں بیٹھتے یہ
جب اُٹھتے ہیں اُٹھ کر نہیں بیٹھتے یہ

خدا نے عطا کی ہے جو اِن کو قوت　　سمائی ہے دل میں بہت اسکی عظمت
نہیں پھیرتی ان کا منہ کوئی زحمت　　نہیں کرتی زیر ان کو کوئی صعوبت

بھروسے پہ اپنے دل و دست و پا کے
سمجھتے ہیں ساتھ اپنے لشکر خدا کے

نہیں مرحلہ کوئی دُشوار اِن کو　　ہر اک راہ ملتی ہے ہموار اِن کو
گلستاں ہے صحرائے پُر خار اِن کو　　برابر ہے میدان و کہسار اِن کو

نہیں حائل اِن کے کوئی رہگذر میں
سمندر ہے پایاب اِن کی نظر میں

اسی طرح یاں اہلِ ہمت ہیں جتنے　　کمر بستہ ہیں کام پر اپنے اپنے
جہاں کی ہے سب دھوم دھام اِنکے دم سے　　فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں اِن کے

بغیر اِن کے بے ساز و ساماں تھی مجلس
نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

زمیں سب خدا کی ہے گلزار انہیں سے
زمانہ کا ہے گرم بازار انہیں سے

ملے ہیں سعادت کے آثار انہیں سے
کھلے ہیں خدائی کے اسرار انہیں سے

اِنہیں پر ہے کچھ فخر ہے گر کسی کو
اِنہیں سے ہے گر ہے شرف آدمی کو

اِنہیں سے ہے آباد ہر ملک و دولت
اِنہیں سے ہے سرسبز ہر قوم و ملت

اِنہیں پر ہے موقوف قوموں کی عزت
اِنہیں کی ہے سب ربعِ مسکوں میں برکت

دم اِن کا ہے دُنیا میں رحمت خدا کی
اِنہیں کو ہے پھبتی خلافت خدا کی

اِنہیں کا اجالا ہے ہر رہگذر میں
اِنہیں کی ہے یہ روشنی دشت و در میں

اِنہیں کا ظہور ہے سب خشک و تر میں
اِنہیں کے کرشمے ہیں سب بحر و بر میں

اِنہیں سے یہ رتبہ تھا آدم نے پایا
کہ سر اُس سے روحانیوں نے جھکایا

ہر اک ملک میں خیر و برکت ہے اِن سے
ہر اک قوم کی شان و شوکت ہے اِن سے

نجابت ہے اِن سے شرافت ہے اِن سے
شرف اِن سے فخر اِن سے عزت ہے اِن سے

جفاکش بنو گر ہو عزت کے خواہاں
کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں

مُشقت کی ذلت جنھوں نے اُٹھائی　　جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی　　فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی
نہال اِس گلستاں میں جتنے بڑے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

حکومت ملی ان کو صفّار تھے جو　　امامت کو پہنچے وہ قصّار تھے جو
وہ قطبِ زماں ٹھہرے عطّار تھے جو　　بنے مرجع خلق نجّار تھے جو
اولوالفضل یاں اُٹھے سرّاج کتنے
ابوالوقت یاں گزرے حلّاج کتنے

نہ بونصر تھا نوع میں ہم سے بالا　　نہ تھا بُوعلی کچھ جہاں سے نرالا
طبیعت کو بچپن سے محنت میں ڈالا　　ہُوئے اس لئے صاحبِ قدر والا
اگر فکرِ کسبِ ہُنر تم کو بھی ہو
تمھیں پھر ابونصر اور بوعلی ہو

بڑا ظلم اپنے پہ تم نے کیا ہے　　کہ عزت کی یاں جس ستوں پر بنا ہے
ترقی کی منزل کا جو رہنما ہے　　تنزل کی کشتی کا جو ناخُدا ہے
قوی پشت تھیں جس سے پشتیں تمہاری
ہُوئی دست بردار قوم اس سے ساری

قابلیت

ہُنر ہے نہ تم میں فضیلت ہے باقی — نہ علم و ادب ہے نہ حکمت ہے باقی
نہ منطق ہے باقی نہ ہیئت ہے باقی — اگر ہے تو کُچھ قابلیت ہے باقی

اندھیرا نہ چھا جائے اس گھر میں دیکھو
پھر اُکسا دو اُس ٹمٹماتے دیے کو

مخفی جوہر

بہت ہم میں اور تم میں جوہر ہیں مخفی — خبر کُچھ نہ ہم کو نہ تم کو ہے جن کی
اگر جیتے جی اُن کی کچھ نہ خبر لی — تو ہو جائیں گے مل کے مٹی میں مٹی

یہ جوہر ہیں ہم میں امانت خدا کی
مبادا تلف ہو ودیعت خُدا کی

شریف نوجوان

یہی نوجواں پھرتے آزاد جو ہیں — کمینوں کی صُحبت میں برباد جو ہیں
شریفوں کی کہلاتے اولاد جو ہیں — مگر ننگِ آبا و اجداد جو ہیں

اگر نقدِ فرصت نہ یوں مفت کھوتے
یہی فخرِ آبا و اجداد ہوتے

یہی جو کہ پھرتے ہیں بے علم و جاہل — بہت ان میں ہیں جن کے جوہر ہیں قابل
رذائل میں پنہاں ہیں ان کے فضائل — انہیں ناقصوں میں ہیں پوشیدہ کامل

نہ ہوتے اگر مائلِ لہو و بازی
ہزاروں انہیں میں تھے طوسی و رازی

یہی قوم، ہے جس میں قحط آدمی کا | جہاں شور ہے ہر طرف ناکسی کا
نہیں جہل میں جس کے حصہ کسی کا | کبھی علم و فن پر تھا قبضہ اسی کا

وہ تھیں برکتیں سعی و کوشش کی ساری
وہی خوں ہے ورنہ رگوں میں ہماری

حکومت سے مایوس تم ہو چکے ہو | زر و مال سے ہاتھ تم دھو چکے ہو
دلیری کو ڈھک ڈھک کے منہ رو چکے ہو | بزرگی بزرگوں کی سب کھو چکے ہو

مدار اب فقط علم پر ہے شرف کا
کہ باقی ہے ترکہ یہی اِک سلف کا

ہمیشہ سے جو کہتے آئے ہیں سب یاں | کہ ہے علم سرمایۂ فخرِ انساں
عرب اور عجم ہند اور مصر و یُوناں | رہا اتفاق اِس پہ قوموں کا یکساں

یہ دعویٰ تھا اِک جس پہ حجت نہ تھی کچھ
کھلی اِس پہ اب تک شہادت نہ تھی کچھ

جواہر تھا اک سب کی نظروں میں بھاری | پرکھنے کی جس کے نہ آئی تھی باری
فضائل تھے سب علم کے اعتباری | نہ تھی طاقتیں اس کی معلوم ساری

پہ اب بحر و بر دے رہے ہیں گواہی
کہ ہے علم میں زورِ دستِ الٰہی

کیا کوہساروں کو مسمار اِس نے بنایا سمندر کو بازار اِس نے
زمینوں کو منوایا دوّار اِس نے ثوابت کو ٹھہرایا سیّار اِس نے

لیا بھاپ سے کام لشکر کشی کا
دیا پُتلیوں کو سکت آدمی کا

یہ پتھر کا ایندھن ہے جلوانے والا جہازوں کو خشکی میں چلوانے والا
صداؤں کو سانچے میں ڈھلوانے والا زمیں کے خزانے اُگلوانے والا

یہی برق کو نامہ بر ہے بناتا
یہی آدمی کو ہے بے پر اُڑاتا

تمدن کے ایواں کا معمار ہے یہ ترقی کے لشکر کا سالار ہے یہ
کہیں دستکاروں کا اوزار ہے یہ کہیں جنگ جویوں کا ہتیار ہے یہ

دِکھایا ہے نیچا دلیروں کو اِس نے
بنایا ہے روباہ شیروں کو اِس نے

اسی کی ہے اب چار سُو حکمرانی کیے اِس نے زیر ارمنی اور یمانی
ہُوئے رام دیوانِ ماژندرانی گئے زابلی بھول سب پہلوانی

ہُوا اِس کی طاقت سے تسخیر عالم
پڑے سامنے اس کے جرگس نہ دیلم

یہ لاکھوں پہ ہے سینکڑوں کو چڑھاتا سواروں کو پیادوں سے ہی زک دلاتا
جہازوں سے ہے زورقوں کو بھڑاتا حصاروں کو ہے چٹکیوں میں اڑاتا
ہُوا کوئی حربوں سے اِس کے نہ سر بر
نہ ٹھہرے زرہ اس کے آگے نہ بکتر

جنہوں نے بنایا اِسے اپنا یاور ہر اک راہ میں اِس کو ٹھہرایا رہبر
یہ قول آج کل صادق آتا ہے اُن پر کہ اِک نوع ہی نوعِ انساں سے برتر
الگ سب سے کام اُن کے اور طور ہیں کچھ
اگر سب ہیں انساں تو وہ اور ہیں کچھ

بہت اُن کو معجز نما جانتے ہیں بہت دیوتا اُن کو گردانتے ہیں
پہ جو ٹھیک ٹھیک اُن کو پہچانتے ہیں وہ اتنا مقرر اُنہیں مانتے ہیں
کہ دُنیا نے جو کی تھی اب تک کمائی
وہ سب جزو و کل اُن کے حصّہ میں آئی

کیا علم نے اُن کو ہر فن میں یکتا نہ ہمسر رہا اُن کا کوئی نہ ہمتا
ہر اک چیز اُن کی ہر اک کام اُن کا سمجھ بُوجھ سے ہے زمانہ کی بالا
صنائع کو سب اُن کی تکتے ہیں ایسے
عجائب میں قدرت کے حیراں ہوں جیسے

دیے علم نے کھول اُن پر خزانے — چھپے اور ظاہر نئے اور پرانے
دکھائے اُنہیں غیب کے مال خانے — بتائے فتوحات کے سب ٹھکانے

ہوا جیسے چھائی ہے سب بحر و بر پر
وہ یُوں چھا گئے خاور و باختر پر

یہ سچ ہے کہ ہے اصلِ تعلیم دولت — رہی ہے سدا پشتِ حکمت حکومت
ہُوئی سلطنت جن کی دُنیا سے رخصت — نہ علم ان میں باقی رہا اور نہ حکمت

نہ یُونان محکوم ہو کر رہا کچُھ
نہ ایران تاج اپنا کھو کر رہا کچُھ

یہ اک خارکش صبر و ہمت میں کامل — یہ کہتا تھا محنت سے گھٹتا تھا جب دل
کہ جن سختیوں کا اُٹھانا ہے مشکل — وہی ہیں کچُھ اے دل اُٹھانے کے قابل

حلال آدمی پر ہے کھانا نہ پینا
نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا"

نہیں سہل گر صید کا ہات آنا — تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اُٹھانا — ذرا تیز ہانکو جو ہے دُور جانا

زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے
تو وقت اے عزیزو یہی زور کا ہے

کرو یاد اپنے بزرگوں کی حالت — شدائد میں جو ہارتے تھے نہ ہمت
اُٹھاتے تھے برسوں سفر کی مشقت — غریبی میں کرتے تھے کسبِ فضیلت

جہاں کھوج پاتے تھے علم و ہُنر کا
نکل گھر سے لیتے تھے رستہ اُدھر کا

عراقین و شامات و خوارزم و توراں — جہاں جنسِ تعلیم سُنتے تھے ارزاں
وہیں پئے سپر کرکے کوہ و بیاباں — پہنچتے تھے طلّاب اُفتان و خیزاں

جہاں تک عمل دینِ اسلام کا تھا
ہر اک راہ میں ان کا تانتا بندھا تھا

نظامیہ نوریہ مستنصریہ — نفیسیہ ستیہ اور صاحبیہ
رواحیہ عزّیہ اور قاہریہ — عزیزیہ زینبیہ اور ناصریہ

یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی و کردی و قبچاقیوں کے

بشر کو ہے لازم کہ ہمّت نہ ہارے — جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے
خُدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے — کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے

اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سَدا اپنی گاڑی کو تم آپ ہانکو

بہت خوانِ بے اشتہا تم نے کھائے — بہت بوجھ بندھ بندھ کے تم نے اُٹھائے

بہت آس پر ساز کی راگ گائے — بہت عارضی تم نے جلوے دکھائے

بس اب اپنی گردن پہ رکھو جوا تم

کرو حاجتیں آپ اپنی روا تم

تمہیں اپنی مشکل کو آساں کروگے — تمہیں درد کا اپنے درماں کروگے

تمہیں اپنی منزل کا ساماں کروگے — کروگے تمہیں کچھ اگر یاں کروگے

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے

مثل ہے کہ ہمّت کا حامی خدا ہے

سراسر ہو گو سلطنت فیض گستر — رعیت کی خود تربیت میں ہو یاور

مگر کوئی حالت نہیں اس سے بدتر — کہ ہر بوجھ ہو قوم کا سلطنت پر

ہو اس طرح ہاتھوں میں اسکے رعیت

کہ قبضے میں غسال کے جیسے میت

وہی گُر تجارت کے اس کو سُجھائے — وہی صنعت اور حرفت اُس کو بتائے

وہی کشتکاری کے آئیں سکھائے — وہی اُس کو لکھوائے وہ ہی پڑھائے

ملا جس رعیت کو ایسا سہارا

کیا آدمیت نے اُس سے کنارا

یہی سلطنت کی ہے کافی اعانت	کہ ہو ملک میں امن اُس کی بدولت
نفوس اور اموال کی ہو حفاظت	حکومت میں ہو اعتدال اور عدالت

نہ توڑا رعیت پہ بے جا ہو کوئی
نہ قانون چھٹ کارفرما ہو کوئی

جہاں ہو یہ انداز فرماں روائی	رعیت کی ہے واں نپٹ بے حیائی
کہ ہر کام میں آس ڈھونڈے پرائی	کرے آپ اپنی نہ مشکل کشائی

کھڑا ہو سہارے اک اڑوار کے گھر
ہٹی وہ جہاں، آ رہا یہ زمیں پر

گیا اب وہ دل تنگیوں کا زمانا	کہ اپنوں کا حصہ تھا پڑھنا پڑھانا
برہمن کا پہنے اگر شُدر بانا	تو اُس پر نہیں کوئی اب تازیانا

ہُوئے ہر طرف سب نشیب و فراز اب
سفید و سیاہ میں نہیں امتیاز اب

بس اب وقت کا حکم ناطق یہی ہے	کہ جو کچھ ہے دنیا میں تعلیم ہی ہے
یہی آج کل اصل فرماندہی ہے	اسی میں چھپا سِرِّ شاہنشہی ہے

ملی ہے یہ طاقت اسی کیمیا کو
کہ کرتی ہے یہ ایک شاہ و گدا کو

سکھاتی ہے محکوم کو یہ اطاعت — سمجھاتی ہے حاکم کو راہِ عدالت
دلوں سے مٹاتی ہے نقشِ عداوت — جہاں سے اُٹھاتی ہے رسمِ بغاوت

یہی ہے رعیت کو حق دار کرتی
یہی ہے کہ ورسہ کو ہموار کرتی

سُنی ہے غریبوں کی فریاد اسی نے — کیا ہے غلامی کو برباد اسی نے
ریپبلک کی ڈالی ہے بنیاد اسی نے — بنایا ہے پبلک کو آزاد اسی نے

مقید بھی کرتی ہے یہ اور رہا بھی
بناتی ہے آزاد بھی باوفا بھی

تجارت نے رونق ہے یہ اس سے پائی — کہ ہیچ اس کے آگے ہے فرمانروائی
فلاحت کی یہ منزلت ہے بڑھائی — کہ فلاح کرتے ہیں معجز نمائی

ترقی یہ صنعت کو دی ہے بلا کی
کہ ہوتی ہے معلوم قدرت خدا کی

یہ نااتفاقی ہے قوموں سے کھوتی — یہ قومی محبت کا ہے بیج بوتی
یہ آپس کے کینے دلوں سے ہے دھوتی — یہ دانے ہے سب ایک لڑی میں پروتی

یہ نقطوں پہ خط کی طرح ہے گذرتی
کروڑوں دلوں کو ہے یہ ایک کرتی

جہاں یہ نہیں واں نہ قوم اور نہ ملّت　　نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت
جُدا سب کے رنج اور جُدا سب کی راحت　　الگ سب کی عزت الگ سب کی ذلت
خبر واں نہیں یہ کہ ہے قوم شے کیا
چھپا سرِّ حق اس تعلق میں ہے کیا

جنھوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت　　نہ جانی۔ مُسلّط ہوئی اُن پہ ذلت
ملوک اور سلاطیں نے کھوئی حکومت　　گھرانوں پہ چھائی امیروں کے نکبت
رہے خاندانی نہ عزّت کے قابل
ہُوئے سارے دعوے شرافت کے باطل

نہ چلتے ہیں واں کام کاریگروں کے　　نہ برکت ہے، پیشہ میں پیشہ وروں کے
بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے　　ہُوئے بند دروازے اکثر گھروں کے
کماتے تھے دولت جو دن رات بیٹھے
وہ ہیں اب دھرے ہات پر ہات بیٹھے

ہُنر اور فن واں ہیں سب گھٹتے جاتے　　ہُنرمند ہیں روز و شب گھٹتے جاتے
ادیبوں کے فضل و ادب گھٹتے جاتے　　طبیب اور اُن کے مطب گھٹتے جاتے
ہوئے پست سب فلسفی اور مناظر
نہ ناظم ہیں سرسبز اُن کے نہ ناثر

اگر اک سے پہننے کو ٹوپی بنائیں　　تو کپڑا وہ اِک اور دُنیا سے لائیں
جو سینے کو وہ ایک سُوئی منگائیں　　تو مشرق سے مغرب میں لینے کو جائیں

ہر اک شے میں غیروں کے محتاج ہیں وہ
نکمّے پن کی رو میں تاراج ہیں وہ

نہ پاس اُن کے چادر نہ بستر ہے گھر کا　　نہ برتن ہیں گھر کے نہ زیور ہے گھر کا
نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ہے گھر کا　　صراحی ہے گھر کی نہ ساغر ہے گھر کا

کنول مجلسوں میں قلم دفتروں میں
اثاثہ ہے سب عاریت کا گھروں میں

جو مغرب سے آئے نہ مالِ تجارت　　تو مر جائیں بھوکے وہاں اہلِ حرفت
ہو تجار پر بند راہِ معیشت　　دکانوں میں ڈھونڈے نہ پائے بضاعت

پرائے سہارے ہیں بیوپار واں سب
طفیلی ہیں سیٹھ اور تجار واں سب

یہ ہیں ترکِ تعلیم کی سب سزائیں　　وہ کاش اب بھی غفلت سے باز اپنی آئیں
مبادا رہِ عافیت پھر نہ پائیں　　کہ ہیں بے پناہ آنے والی بلائیں

ہوا بڑھتی جاتی سرِ رہگذر ہے
چراغوں کو فانوس بن اب خطر ہے

لئے فردِ بخشیِ دوراں کھڑا ہے — ہر اک فوج کا جائزہ لے رہا ہے
جنہیں ماہر اور کرتبی دیکھتا ہے — انہیں بخشتا تیغ و طبل و لوا ہے

پہ ہیں بے ہنر یک قلم چھنتے جاتے
رسالوں سے نام اُن کے ہیں کٹتے جاتے

بس اب علم و فن کے وہ پھیلاؤ ساماں — کہ نسلیں تمہاری نہیں جن سے اِنساں
غریبوں کو راہِ ترقی ہو آساں — امیروں میں ہو نورِ تعلیم تاباں

کوئی ان میں دُنیا کی عزت کو تھامے
کوئی کشتیٔ دین و ملت کو تھامے

بنے قوم کھانے کمانے کے قابل — زمانے میں ہو مُنہ دکھانے کے قابل
تمدن کی مجلس میں آنے کے قابل — خطاب آدمیت کا پانے کے قابل

سمجھنے لگیں اپنے سب نیک و بد وہ
لگیں کرنے آپ اپنی اپنی مدد وہ

کرو قدر ان کی ہُنر جن میں پاؤ — ترقی کی اور اُن کو رغبت دلاؤ
دل اور حوصلے ان کے مل کر بڑھاؤ — ستوں اس کھنڈر گھر کے ایسے بناؤ

کوئی قوم کی جن سے خدمت بن آئے
بٹھائیں اُنہیں سر پہ اپنے پرائے

کروگے اگر ایسے لوگوں کی عزت — تو پاؤ گے اپنے میں تم اک جماعت
بڑھائے گی جو قوم کی شان و شوکت — گھرانوں میں پھیلائے گی خیر و برکت

مدد جس قدر تم سے وہ آج لے گی
عوض تم کو کل اس کا وہ چند دے گی

ترقی کے یوناں کے اسباب کیا تھے — ہنر پر جہاں پیرو برنا فدا تھے
تمدن کے میداں میں زور آزما تھے — وطن کی محبت میں یکسر فنا تھے

مقاصد بڑے اور ارادے تھے عالی
نہ تھا اس سے چھوٹا بڑا کوئی خالی

سبب کچھ نہ تھا اس کا بجز قدردانی — کہ ہوتے تھے جو علم و حکمت کے بانی
ترقی میں کرتے تھے جو جاں فشانی — حیات ان کو ملتی تھی واں جاودانی

وطن جیتے جی اُن پہ قرباں تھا سارا
پس از مرگ پجتے تھے وہ آشکارا

اسی گُر نے تھا جوش سب کو دلایا — کہ تھا اک جزیرہ نے رتبہ یہ پایا
اِسی شوق نے تھا دلوں کو بڑھایا — اِسی نے تھا یُوناں کو یُوناں بنایا

اس امید پر کوششیں تھیں یہ ساری
کہ ہو قوم کے دل میں عظمت ہماری

جنہیں مُلک میں اپنی رکھنی ہو وقعت — جنہیں سلطنت کی ہو مطلوب قربت
جنہیں تھامنی ہو گھرانے کی عزت — جنہیں دین کی ہو نہ منظور ذلت

جنہیں نسل و اولاد ہو اپنی پیاری
انہیں فرض ہے قوم کی غمگساری

بہت دل ہیں نرم اِن دنوں ہوتے جاتے — کہ حالت پہ ہیں قوم کی امڈے آتے
تنزّل پہ ہیں اس کے آنسو بہاتے — نہیں آپ کچھ کر کے لیکن دکھاتے

خبر بھی ہے دل اُن کے جلتے ہیں کس پر
وہ ہیں آپ ہی ہات ملتے ہیں جس پر

رئیسوں کی جاگیرداروں کی دولت — فقیہوں کی دانشوروں کی فضیلت
بزرگوں کی اور واعظوں کی نصیحت — ادیبوں کی اور شاعروں کی فصاحت

مجھے تب کچھ آنکھوں میں اہلِ وطن کی
جو کام آئے بہبود میں انجمن کی

جماعت کی عزت میں ہے سب کی عزت — جماعت کی ذلت میں ہے سب کی ذلت
رہی ہے نہ ہرگز رہے گی سلامت — نہ شخصی بزرگی نہ شخصی حکومت

وہی شاخ پھولے گی یاں اور پھلے گی
ہری ہوگی جڑ اس گلستاں میں جس کی

ذخیرہ ہے جب چیونٹا کوئی پاتا
تو بھاگا جماعت میں ہے اپنی آتا
انہیں ساتھ لے لیکے ہریاں سے جاتا
فتوح اپنی ایک ایک کو ہے دکھاتا

سدا ان کے ہیں اس طرح کام چلتے
کمائی سے ایک اک کی لاکھوں ہیں پلتے

جب اک چیونٹا جس میں دانش نہ حکمت
بنی نوع کی اپنے برلائے حاجت
معیشت سے ایک اک کو بخشے فراغت
کرے اُن پہ وقف اپنی ساری غنیمت

تو اِس سے زیادہ ہے بے غیرتی کیا
کہ ہو آدمی کو نہ پاس آدمی کا

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر
گنے آپ کو جو کہ عالم کا سرور
فرشتوں سے جو سمجھے اپنے کو بڑھ کر
خدا کا بنے جو کہ دُنیا میں مظہر

نہ ہو مردمی کا نشاں اس میں اتنا
مسلّم ہے مٹی کے کیڑوں میں جتنا

الٰہی بحقِ رسُول تہامی
ہر اک فردِ انساں کا تھا جو کہ حامی
جسے دور نزدیک تھے سب گرامی
برابر تھے جس کی زنگی و شامی

شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نباہا
بُروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا

طفیل اُس کا اور اُسکی عترت کا یارب		بکڑ جلد بات اس کی اُمت کا یارب
اِک ابر اُس پہ بھیج اپنی رحمت کا یارب		غبار اُس سے جو دھوئے ذلت کا یارب

کہ ملت کو ہے ننگ ہستی سے اُس کی
ہوا پست اِسلام پستی سے اُس کی

انہیں کل کی فکر آج کرنی سکھا دے		ذرا ان کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دے
کہیں گاہِ بازیِ دوراں دکھا دے		جو ہونا ہے کل آج اِن کو سجھا دے

چھتیں پاٹ لیں تا کہ باراں سی پہلے
سفینہ بنا رکھیں طوفاں سی پہلے

بچا ان کو اُس تنگنائے بلا سے		کہ رستہ ہو گم رہ رو و رہنما سے
نہ امید یاری ہو یا آشنا سے		نہ چشم اعانت ہو دست و عصا سے

چپ و راس چھائی ہوئی ظلمتیں ہوں
دلوں میں امیدوں کی جا حسرتیں ہوں

عرضِ حال

بجنابِ سرورِ کائنات علیہ افضلُ الصّلوات و اکمل التحیات

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعُو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہُوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اُس کا نگہباں اگر ہے تو خُدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خُود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُدا ہے

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عُرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب — اب معترض اِس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی — دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی — منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز — یہ مجلسِ اعیاں ہے وہ بزمِ شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں — پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے — اِک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق — بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے

شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور — زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت — اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی — پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر — مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال — ادبار کی اب گونج رہی اسمیں صدا ہے

بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار — جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُسکے ہوا ہے

وہ روشنیِ بام و درِ کشورِ اسلام — یاد آج تلک جس کی زمانے کو ضیا ہے

روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج — بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو — اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے
چاؤش تھے للکارتے جن رہگذروں میں — دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی — وہ یاد میں اسلاف کے اب رو بقضا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حِکَم کی — اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھوج اُن کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا — گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے — اب خوف ہے مُدت سے دلوں میں نہ رجا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت — شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گِلا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت — سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے
کی زیبِ بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی — اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے
درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں — اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے
دریائے پُر آشوب ہے اک راہ میں حائل — اور بیٹھ کے گھوڑناؤ پہ یاں قصدِ شنا ہے
ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مُفت — واں قافلہ سب گھر سے تہیدست چلا ہے
یاں نکلے ہیں سودے کو درم لے کے پرانے — اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ اُمت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے چشمۂ رحمت بِاَبی اَنتَ و اُمّی | دُنیا پہ ترا لُطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا | جب تو نے کیا نیک سلوک اُن سے کیا ہے

صدمہ دُرِ دنداں کو ترے جس نے کہ پہنچایا | کی اُن کیلئے تو نے بھلائی کی دُعا ہے

کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی | کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحّم | ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری | منقول اُنہی سے تری پھر مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے | اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کر حق سے دُعا امتِ مرحوم کے حق میں | خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن | دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے

ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے | وہ تیری محبت تری عترت کی وِلا ہے

ہر چپقلشِ دہر مخالف میں ترا نام | ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اُڑتی | وہ خاک ہمارے لئے دارُوئے شفا ہے

جو شہر ہُوا تیری ولادت سے مشرف | اب تک وہی قبلہ تری اُمت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت | کعبے سے کشش اسکی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا | اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں اَلطَّالِحُ لِی ہم نے سنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے

گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری
امت تری ہر حال میں راضی برضا ہے

عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگِ خطا ہے

مکمل تفسیر بیان القرآن

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی

مشہور و معروف مقبول عام تفسیر

اردو زبان کی تمام تفسیروں میں اپنی بے نظیر خصوصیات کی بنا پر

سب سے اعلیٰ اور منفرد تسلیم کی گئی ہے

یہ مایۂ ناز اور بے مثال تفسیر بارہ ۱۲ جلدوں میں شائع ہو رہی ہے

نمونے کے صفحے مفت طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے

ملنے کا پتہ:-

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ بندر روڈ پوسٹ بکس ۵۳۰۔ کراچی

فرہنگ

الف

آلِ عدنان - بنی اُمیّہ جو کئی صدیوں تک اسپین میں حکمران رہے ان کے جدِ اعلیٰ کا نام عدنان تھا - اِسی لئے بنی امیہ اور ان کے بنی عم یعنی بنی ہاشم سب آلِ عدنان ہیں ◆

آلِ غالب - رسولِ خدا کے دسویں دادا کا نام غالب ہے - جو کہ عدنان سے گیارہ پشت نیچے ہیں - پس بنی ہاشم اور بنی امیہ کو آلِ غالب بھی کہتے ہیں ◆

آماج - نشانہ -

آمنہ - آمنہ بنت وہب بن عبدمناف آنحضرت کی والدہ کا نام ہے ◆

ائمّہ - امام کی جمع اہلِ سنت کے ہاں بارہ اماموں کے سوا اور لوگوں کو بھی جو کسی علم دین میں اپنے معاصرین سے فائق ہوئے ہیں امام کہا گیا ہے جیسے امام اعظم، امام شافعی، امام اسمٰعیل بخاری - امام فخر الدین رازی - امام غزالی وغیرہم ◆

آنکھ چرانا - کنارہ کرنا - کترانا پہلو بچانا ◆

ابرار - جمع بَر بمعنی نیک ◆

ابوبکر رازی - علی ابن عیسیٰ الخ اس بند میں پانچ نامی طبیبوں کا ذکر ہے ابوبکر رے کا باشندہ تھا - مدتوں رے اور بغداد میں مطب کیا اور آخر عمر میں اندھا ہو گیا اور ۳۲۰ھ میں مر گیا - اس کی تصنیفات ۲۱۲ ہیں جن میں سے اکثر طبّی ہیں ◆

علی ابن عیسیٰ کو چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں اسلام کے اطبائے نامدار میں سے لکھا ہے حسین ابن سینا بوعلی شیخ رئیس کا نام ہے اسکی تصنیفات مختلف علوم میں تقریباً ۹۴ شمار کی گئی ہیں جن میں سے کتاب حاصل و محصول کی ۲۰ جلدیں شفا کی ۱۸ - قانون کی ۱۴ - اور کتاب الانصاف کی ۲۰ - لسان العرب کی ۱۰ جلدیں ہیں ۴۲۸ھ میں ۵۸ برس کی عمر میں مرا اور ہمدان میں مدفون ہوا ◆

حنین عباداں کا رہنے والا عیسائی مذہب بہت بڑا نامی طبیب ہے - اس نے خلفاء عباسیہ کے ہاں نشو و نما پائی تھی - متوکل کے عہد میں سررشتہ ترجمہ کا افسر تھا اور عراق عرب میں رہتا تھا - اس لئے حکماء اسلام میں اس کا شمار ہے ◆

ضیاء الدین ابن بیطار اندلسی علم نباتات میں مشہور تھا -

نباتات کی تحقیقات میں دور دور کے سفر کئے ادویہ مفردہ کے بیان میں اکثر کتابوں کا ماخذ اس کی تصنیفات ہیں ۱۲۴۸ھ میں وفات پائی

اُبھرنا۔ پستی سے نکلنا۔ ڈوب کر اُچھلنا۔ بیماری سے افاقہ پانا۔

اِجارا۔ دعوے، زبردستی، زور ◆

اجانب۔ اجنبی کی جمع، اغیار، بیگانے ◆

اجلاف۔ کمینے لوگ ◆

اَچھوتا۔ جس کو کسی نے ہات نہ لگایا ہو ع اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک۔ اس مصرعہ میں اس سے یہ مقصود ہے کہ جس توحید کی اسلام نے تعلیم دی وہ ادیانِ سابقہ کے حصہ میں نہیں آئی تھی ◆

اَحرار۔ حُر (آزاد) کی جمع یعنی وہ لوگ جو خدا کے سوا سب چیزوں سے آزاد اور بے تعلق ہیں ◆

احبار۔ جمع حبر۔ یہودیوں کے علمائے دین کو احبار کہتے ہیں ◆

احسان۔ سلوک، بھلائی، ◆

اخبارِ دین۔ احادیث نبوی کی طرف اشارہ ہے ◆

ادھورا۔ پورے کی ضد یعنی ناکمل اور ناتمام جو پورا نہ ہو ◆

ارکانِ اسلام۔ اصولِ اسلام ع رہے جب تک ارکانِ اسلام برپا۔ یعنی جب تک اسلام کے اصول اپنی حالت پر قائم رہے۔ اور ان میں کسی قسم کا کوئی تزلزل نہ آیا ◆

ارسطو۔ یونان کا مشہور حکیم ہے۔ سکندر کا استاد اور افلاطون کا شاگرد مسیح سے ۳۲۲ برس پہلے ۶۳ برس کی عمر میں مرا ◆

ارسطو کی تعلیم۔ حکمائے اسلام ارسطو کو مُعلّم اوّل اور ابونصر فارابی کو مُعلّم ثانی کہتے ہیں۔ اسی لئے ارسطو کے افادات کو تعلیم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے ◆

اِرَم۔ کہتے ہیں کہ شدّاد نے ملک یمن میں مابین صنعا اور حضرموت ایک باغ بنوایا۔ جس کا طول وعرض بارہ بارہ فرسنگ تھا۔ اس کا نام اِرَم ہے۔ اور ارم کو شعرا بمعنی بہشت بھی استعمال کرتے ہیں ◆

ارمنی۔ آرمینیا کے رہنے والے ◆

اُڑا لے گئی بادِ پندار جس کو۔ الخ یعنی جس کو غرور نے تباہ اور برباد کیا ◆

مستعصم باللہ جس پر خلافت بغداد کا خاتمہ ہوا۔ اسکے غرور کا یہ حال تھا کہ قصرِ خلافت کے آستانہ پر ایک پتھر بمنزلہ حجرالاسود کے پڑا ہوا تھا جس کو امرا و وزرا۔ رجاتے وقت چومتے تھے۔ اس غفلت و پندار کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاریوں نے خلافت کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔ دوسرے مصرع میں سیلِ تاتار سے یہی مراد ہے ◆

اڑوار۔ وہ لکڑی جو پرانی چھت وغیرہ کے نیچے گر پڑنے کے اندیشہ سے لگا دیتے ہیں ◆

ازل کا پیماں۔ پیمانِ الست جس کا اشارہ قرآن کی آیت اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کی طرف ہے ◆

اَسَامی بنانا۔ کسی دولتمند آدمی کو فریب دے کر ٹھگنا اور اس سے روپیہ وصول کر لینا +

اَسَانید۔ جمع اسناد یعنی حدیث کی وہ کتابیں جن میں ہر ایک حدیث مع اس کے راویوں کے نام کے لکھی گئی ہے جیسے بخاری اور مسلم وغیرہ

استفادہ۔ فائدہ حاصل کرنا۔ تلمذ۔ شاگردی۔ ارادت +

اسی جزر و مد نے ڈبویا ہے ہم کو۔ نااتفاقی کو سمندر کے مدوجزر سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اس میں بھی ایک قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے

اشاعت۔ شائع کرنا۔ رواج دینا۔ پھیلانا +

اشراف۔ شریف کی جمع۔ مگر اُردو میں واحد یعنی شریف کی جگہ زیادہ استعمال میں آتا ہے +

اصل۔ جڑ۔ قاعدہ کلیہ اور مذہبی اصطلاح میں جو مسائل اعتقاد سے علاقہ رکھتے ہیں ان کو اصول کہتے ہیں اور جو عمل سے علاقہ رکھتے ہوں وہ فروع کہلاتے ہیں +

اصل شقاوت۔ بدبختی کی جڑ +

اصُولی۔ علم اصول فقہ کے جاننے والا +

اعیان۔ شرفا۔ اُمرا اور سلطنت کے ممتاز لوگ +

اقامت سے بہتر ہے اس وقت رحلت یعنی اِس وقت دنیا میں رہنے سے کوچ کرنا اچھا ہے۔ یعنی زندگی سے موت بہتر ہے +

اقران و امثال۔ ہمسر۔ ہم چشم۔ ہمعصر اور ہم عمر لوگ +

اقصائے عالم۔ اطرافِ عالم۔ قصا کنارہ اس کی جمع اقصا ہے۔

اُکسانا۔ چراغ کو اشتعالک دینا +

اگر نشۂ مے ہو غیبت میں پنہاں۔ یعنی اگر غیبت میں بھی شراب کا سا نشہ ہو تو تمام مُسلمان مست و مدہوش پائے جائیں کیونکہ غیبت سے بچا ہوا کوئی نظر نہیں آتا +

الپ ارسلان۔ سلجوقیوں کے سلسلہ کا دوسرا بادشاہ ہے اس کے باپ کا نام جغر بیگ اور چچا کا نام طغرل بیگ تھا۔ طغرل بیگ نے اپنی زندگی میں اس کو ولیعہد مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ طغرل کے بعد اس کا جانشین ہوا +

اَلدّینُ یُسْرٌ۔ یعنی دین آسان ہے یہ حدیث نبوی کے الفاظ ہیں

الٰہی۔ وہ علم ہے جس میں ذات باری تعالیٰ اور ارواح و مجردات سے بحث کی جاتی ہے۔ یونان میں اس کو تھیولوجی کہتے ہیں جس کو عرب نے اثولوجیا بنا لیا ہے +

اُمّ الجرائم۔ یعنی تمام گناہوں کی جڑ +

اُمنڈتا ہے رُکنے سے اور اُن کا دریا۔ یعنی ان لوگوں کی جس قدر مزاحمت ہوتی ہے اسی قدر ان کا جوش زیادہ ہوتا ہے +

اُمّی۔ اَن پڑھ۔ ابتدائے اسلام میں اور اس سے پہلے چونکہ عرب میں تعلیم و تعلم کا رواج نہ تھا اس لئے عربوں کو اُمّی کہا گیا ہے +

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر الخ اس بند میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَأُمُورُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُورُكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا یعنی جب تم میں سے بہتر لوگ تمہارے حاکم ہوں اور تم میں سے فیّاض لوگ مالدار ہوں اور تمہارے کام باہمی مشورہ سے ہوں تو تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے اُس کی پشت اچھی ہے (یعنی تمہاری زندگی موت سے بہتر ہے) اور جب تم میں سے بدلوگ تمہارے حاکم ہوں اور بخیل لوگ امیر ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے حوالہ ہوں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی تمہیں موت زندگی سے اچھی ہے +)

امین - امانت دار - عرب کے لوگ بعثت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے +

انہیں کو ہے پھبتی خلافت خدا کی اس میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں خدا تعالےٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ فرمایا ہے إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۚ

ایتھنز - یونان کا قدیم دار الحکومت جس میں بڑے بڑے حکیم اور مقنن گزرے ہیں - عرب اس شہر کو مدینۃ الحکماء کہتے تھے +

ایلچی - پیغامبر - ترکی میں ایل پیغام کو کہتے ہیں اور چی نسبت کا فائدہ دیتا ہے

اس آیت کی طرف اشارہ ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ یعنی میں بھی تم ہی جیسا انسان ہوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے +

ب

بات پر اڑنا - اصرار کرنا - ہٹ کرنا - اپنی بات سے نہ ٹلنا +

باغ چھانٹنا - باغ کو آراستہ کرنا - درختوں سے خشک اور بیکار ٹہنیاں اور پتے دُور کرنے +

باغ رضوان - بہشت +

باغ رعنا - خوب صُورت باغ، باغِ زیبا +

بانو - خاتون - گھر کی بیوی +

بچایا بُرائی سے اُن کو یہ کہکر الخ اس بند میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ بِعِبَادَةٍ وَذُكِرَ آخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ لَا يُعْدَلُ بِالرِّعَةِ يعني الورع +

بچھڑنا - میلا بچھڑنا - اس کا ٹوٹ جانا - پراگندہ اور متفرق ہو جانا +

بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا - یعنی امتِ مسیحیہ کی طرح تم مجھ کو بڑھا کر الوہیت کے درجہ تک نہ پہنچا دینا - کیونکہ اس طرح دین کے مخالفوں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے - اور دین کی تحقیر ہوتی ہے - پس انبیاء کو ان کی حد سے بڑھا دینا گویا ان کے رُتبہ کو دُنیا کی نظر میں گھٹا دینا ہے +

بدن کے نگہبان بستر کے دربان - یعنی ہر وقت بدن

کی حفاظت اور خود آرائی میں مصروف رہتے ہیں۔ نازم بچھونوں میں پڑے
اینڈتے ہیں گویا بستر کے دربان ہیں ◆

بِدیا - علم - ہنر - بزرگی ◆

بَر - لڑکا جس سے لڑکی کا ازدواج ہو سکے - بَر نہیں ملتا - یعنی کوئی
ایسا لڑکا نہیں ملتا جس سے اس کی شادی کی جاتی ◆

براعظم - ایشیا - افریقہ - یورپ - امریکا - آسٹریلیا - ان میں سے ہر ایک کو
براعظم کہتے ہیں - مگر مُسدس میں صرف اول کے تین براعظم مُراد ہیں کیونکہ
عرب کی ترقی کے وقت صرف وہی معلوم تھے ◆

بَربَر - صحرائے افریقہ کے شمال میں جو ملک ہے وہ بربر کہلاتا ہے ◆

برہمن کا پہنے اگر شُدر بانا - ہندوؤں کے ہاں منو شاستر
میں چار ذاتیں مقرر ہیں اور ہر ایک ذات کے لئے خاص خاص کام
مخصوص کئے ہیں اور شُدر کو سب سے ارذل قرار دیا ہے یہاں تک کہ
اگر وہ برہمن کے خاص کاموں میں دخل دے تو اس کے لئے سخت سزا
مقرر ہے ◆

آج کل کے مؤرخ یہ سمجھتے ہیں کہ آریہ قوم نے تنگ دلی سے
ہندوستان کے قدیم باشندوں کو شدر قرار دیا تھا اور تمام ذلیل کام ان کے
واسطے مخصوص کئے تھے یہاں تک کہ اگر شدر برہمن کا بانا یعنی لباس
پہن لیتا تھا تو مستوجب سزا ہوتا تھا - مُسدس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ
کہ اس زمانہ میں وہ حال نہیں ہے بلکہ قانون میں حاکم و محکوم میں کچھ
فرق نہیں رکھا گیا ◆

بَسیرا - اصل میں پرندوں کے رات کو آرام کرنے کو کہتے ہیں مگر مجازاً
انسان کے رہنے اور بود و باش کرنے کو بھی کہتے ہیں خصوصاً
جب کہ وحشیوں کی بود و باش کا ذکر ہو ◆

بقراط - یہ شخص قدیم دارالخلافہ شام یعنی شہر حمص میں سکندر سے
تقریباً سو برس پہلے گذرا ہے - عربی طب میں سب سے پہلے
اسی کی کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے ◆

بکر و تغلب - عرب کے دو بڑے خاندانوں کے نام ہیں جن میں
یہ لڑائی ہوئی تھی اور اُس کو حرب بسوس کہتے ہیں - سبب لڑائی کا یہ
تھا کہ بکر خاندان کی ایک عورت کے ہاں جس کا نام بسوس تھا ایک
مہمان آیا - اس مہمان کی اونٹنی چرتی ہوئی کلیب کی چراگاہ میں جو
خاندان بنی تغلب سے تھا چلی گئی اور کلیب نے اس کے تھنوں
کو اپنے تیر سے زخمی کر دیا - یہ بات بنی بکر کو بہت ناگوار ہوئی - اور
ان میں سے ایک شخص مہلہل نے کلیب کو برچھے سے مار ڈالا - اور
دونوں خاندانوں میں لڑائی چھڑ گئی جو عرصہ تک قائم رہی ◆

بگڑ کر سنبھلنا - یعنی سخت بیمار ہو کر اچھا ہونا ◆

بِنا - بنیاد عمارت ◆

بنج - تجارت - بیوپار - لین دین ◆

بو چھوٹنا - خوشبو پھیلنا ◆

بوجہل - مشرکین قریش کا سردار تھا اور رسولِ خدا کا بڑا دشمن تھا +

بوقبیس - عرب کے پہاڑ کا نام ہے جسکے نیچے مغرب کی طرف شہر مکہ ہے +

بول بالا ہونا - غالب ہونا - اس کا بول بالا ہو یعنی اس کی بات بڑی ہو وہ سب پر غالب ہو جائے +

بُونصر - محمد بن محمد بن ترخاں جو ابونصر فارابی اور معلم ثانی کے لقب سے مشہور ہے حکماء اسلام میں اس کے رتبہ کا کوئی حکیم فنِ حکمت میں نہیں ہوا اس کی تقریباً ساٹھ کتابیں شمار کی گئی ہیں - یونانیوں اور عربوں کا کوئی علم ایسا نہیں جس میں اس نے کتاب نہ لکھی ہو - اس کی اکثر کتابیں مقبول اور برگزیدہ ہیں - فاراب کا باشندہ تھا جو کہ ماوراءالنہر کا ایک شہر ہے مقتدر باللہ کے عہد میں عراق عرب میں جاکر سکونت اختیار کی اور وہیں علم حاصل کیا پھر سیف الدولہ حاکم حلب کے پاس دمشق چلا گیا اور وہیں ۳۳۹ھ میں وفات پائی +

بہائم - جمع بہیمہ - چوپائے - جیسے گھوڑا، اونٹ، گائے وغیرہ +

بہتات - کثرت، افراط، زیادتی +

بہت خوان بے اشتہا تم نے کھائے الخ - اس بند میں بے اشتہا خوان کھانے اور بندھ بندھ کے بوجھ اُٹھانے اور ساز کے سہارے پر راگ گانے اور عارضی جلوے دکھانے سے یہ مراد ہے کہ اب تک جس قدر انگریزی تعلیم تم نے حاصل کی ہے گورنمنٹ کی ترغیب سے کی ہے - اپنی تعلیم کا آپ فکر نہیں کیا +

بکھرے ان کے میلے بچھڑنے لگے اب یعنی ان کی جماعتیں پراگندہ اور ان کی مجلسیں درہم برہم اور ان کی سلطنتیں زیر و بالا ہونے لگیں +

بھگوان - خدا +

بِہوار - بیوہار کا بگڑا ہوا ہے - معاملہ اور لین دین کو کہتے ہیں +

بھیڑیا چال - اوروں کی دیکھا دیکھی کوئی کام کرنا +

بیڑا - کئی جہاز جو اکٹھے ہو کر کسی مہم پر جائیں +

بے محابا - بیدھڑک، بے خوف و خطر، اگرچہ اصل لغت میں محابا کے یہ معنی نہیں - لیکن اردو میں اسی طرح استعمال ہوتا ہے +

پ
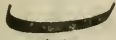
پاک شہدا - آزاد، بے باک، بے شرم جس کو کسی کا لحاظ نہ ہو +

پایاب - اترا ہوا دریا جس میں کشتی کے بغیر جاسکیں +

پتے کا کھڑکا - ذرا سی آہٹ - تھوڑا سا خطرہ +

پربت - پہاڑ کو کہتے ہیں +

پرجا - رعایا +

پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے - یعنی صرف اسی امید پر کہ ہم مر کر نجات پائیں گے اپنے دلوں کو تسلی دیتے ہیں +

پس از مرگ بجتی تھے وہ آشکارا - قدیم یونانیوں کا دستور تھا کہ جو شخص اہل کمال مرجاتا اس کو دیوتا قرار دے کر اسکی پرستش کیا کرتے تھے +

پَوْد - چھوٹے درخت، اولاد و نسل سے مُراد ہے +

پھبکنا - درخت کا جھٹ پٹ بڑھنا اور نشوونما پانا +

پھبنا - زیب دینا +

پیوند - رشتہ - نسبت - ازدواج - تعلق جوڑنا +

ت

تازیانہ - کوڑا - مجازاً تعزیر +

تاکنا - پہلے سے ہی خیال کر رکھنا جیسے لنل میں مشیت نے تھا جسکو تاکا

تانا - گھی کو گرم کر کے چھاچھ وغیرہ سے صاف کرنا، مجازاً تحقیق کرنا پہچانا

تدرو اور شہباز سب اوج پر ہیں - تدرو یعنی چکور سے محکوم قومیں اور شہباز سے حاکم قومیں مُراد ہیں +

ترانا بھرنا - گھوڑے یا ہرن وغیرہ کا جست کرنا - مجازاً فکر و خیال کی بلند پروازی مُراد ہے +

ترقی یہ صنعت کو دی ہی بلا کی - یہ یعنی ایسی اور بلا کی یعنی غضب کی یا انتہا درجہ کی +

تعصّب - اصل میں بیجا حمایت کرنے کو کہتے ہیں - مگر چونکہ بیجا حمایت لغت اس کو لازم ہے اس لئے دونوں پر تعصب کا اطلاق ہو سکتا ہے +

تعیش میں جینا نمایش پہ مرنا - تعیش اصل لغت میں کم معاش ہونا ہے مگر اردو میں عیش و کامرانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے عیش اصل میں زندگی کو کہتے ہیں مگر فارسی اور اردو میں اس کے معنی کچھ اور ہو گئے ہیں - نمائش پہ مرنا یعنی خودنمائی پر فریفتہ ہونا +

تفحّص - کریدنا - جستجو کرنا - ڈھونڈھ کرنا +

تقویم پارینہ - پُرانی جنتری جو کسی کام کی نہ رہے +

تلقین - سمجھانا - تعلیم کرنا - سکھانا +

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا - اس میں عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے جو مسیح کو خُدا اور خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جس کے یہ الفاظ ہیں لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہٗ فقولوا عبداللہ و رسولہٗ یعنی میری زیادہ تعریف نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کی حد سے زیادہ تعریف کی مجھ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسُول سمجھو +

تمدّن - شائستگی اور تہذیب جسے سویلزیشن کہتے ہیں +

توحید مطلق - توحید جس میں شرک کا کوئی لگاؤ نہ ہو - اور خدا کے سوا کسی کی پرستش جائز نہ ہو - مطلق کے معنی بے قید اور آزاد کے ہیں +

تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے - عرب کے لوگ اپنی فصاحت کے آگے سب عجم کو گونگا کہتے تھے - اس مصرعہ میں صرف اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے +

تورّع - پرہیزگاری - بدی سے بچنا +

تہامی - تہامہ کا رہنے والا، جس سرزمین میں مدینہ منورہ ہے +

اس کا نام تہامہ ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تہامی کہتے ہیں۔

تھُڑ جانا۔ تھوڑا ہو جانا۔ کم ہو جانا +

تہمت تراشنا۔ کوئی جھوٹی بات دل سے گھڑ کر نکالنی +

ٹ

ٹمٹمانا۔ چراغ کا بجھتے وقت کم کم روشنی دینا +

ٹھٹکنا۔ چلتے چلتے رُک جانا +

ٹھننا۔ کسی کام کا پختہ طور سے قرار پانا +

ٹیگس۔ اسپین میں سب سے بڑی ندی ہے اس کا طول تخمیناً ۵۵۰ میل ہے ارگوں کی حد سے نکلتی ہے اور لسبن میں سمندر سے جا کر ملی ہے +

ج

جادہ۔ راستہ، پگ ڈنڈی۔ بٹیا +

جائزہ۔ جانچ، پڑتال +

جتانا۔ خبردار کرنا، اطلاع دینا +

جرح و تعدیل۔ محدثین کی اصطلاح میں راوی کے عیب ظاہر کرنے کو جرح اور اس پر سے اعتراض دفع کرنے کو تعدیل کہتے ہیں +

جرگہ۔ گروہ، جماعت +

جزیرہ نما۔ خشکی کا وہ قطعہ زمین جس کے تین طرف پانی ہو اور ایک طرف خشکی ہو +

جیسے راج رَدّ کر چکے تھے وہ پتھر الخ اس مصرع میں اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو انجیل متی کے باب ۲۱ میں ہے۔ اور جس کو مسلمان بنی اسمٰعیل کے حق میں سمجھتے ہیں معمار کا پتھر کو رَدّ کرنا یعنی اس کو بیکار سمجھ کر پھینک دینا +

جعفری۔ شیعی +

جمانا۔ تسلی دینا، یقین دلانا، ارادہ پر پختہ کرنا +

جُوا۔ (۱) قمار (۲) وہ لکڑی جو گاڑی کے بیلوں کی گردن پر رکھی جاتی ہے +

جوبن۔ حُسن و جمال، خُوبی، خوبصورتی +

جوتا۔ بواؤ مجہول کاشتکار +

جو ٹیگس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی۔ ٹیگس اندلس یعنی اسپین میں سب سے بڑی ندی ساڑھے پانسو میل لمبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام ٹیگس سے گنگا تک یعنی اسپین سے ہندوستان تک پھیل گیا +

جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا۔ مقصود یہ ہے کہ جن کا ڈیرہ یعنی خیمہ جو سفر کی علامت ہے۔ لنکا میں تھا ان کا گھر بربر میں تھا۔ جو افریقہ کے شمالی حصہ میں ہے یعنی اتنی دُور جا کر بود و باش اختیار کرتے تھے۔ چنانچہ لنکا میں اب تک عرب کی نسلیں موجود ہیں +

جہاز اہل روما کا تھا ڈگمگاتا الخ روم والے چونکہ تمام بحر روم پر حکمران تھے اس لئے ان کی سلطنت کو جہاز سے اور ایرانیوں کی سلطنت کو

آتش پرستی کی رعایت سے چراغ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

جہاں کو ہے یاد اُن کی رفتار اب تک الخ۔ اس نظم میں کئی نام ہیں (۱) طیا مشرقی بحر ہند میں ایک جزیرہ نما ہے (۲) طیبار بحر ہند کے مغربی ساحل پر واقع ہے (۳) ہالہ مشہور پہاڑ (۴) جبرالٹر انگریزی میں جبل طارق کو کہتے ہیں عبدالرحمن موسیٰ بن نصیر نے جب اپنے غلام طارق کو اندلس کی مہم پر بھیجا تو وہ اول اسی پہاڑ پر پہنچا تھا اور اسی لئے اس پہاڑ کو جبل الفتح بھی کہتے ہیں۔

جُھنڈ - بہت سے درختوں کا مجمع۔

جی چرانا - جان بچانا، کوتاہی کرنا۔

جی چھڑانا - ہمت توڑانا۔

جی سے گزرنا - مرجانا - مرنے پر آمادہ ہوجانا۔

چ

چار پیسے - تھوڑا سرمایہ - تھوڑی طاقت۔

چال - رفتار - داؤ - فریب۔

چال ڈھال - چال چلن - روش طریق۔

چراغان - روشنی۔

چرکس - سرکیشیا کے باشندے۔

چھاننا - تجسس کرنا - پڑتال۔

چھٹنا - معزول و برطرف ہونا - تخفیف میں آنا۔

چڑانا - ایسی بات کہنی جسے کوئی بُرا مانتا ہو۔

چکھاتا ہے دُردِ قدح سب کو ساقی - یہاں ساقی سے مُراد زمانہ ہے۔

چینڈ - کھیل یا بازی میں بدمعاملگی کرنی۔

ح

حاشیہ چڑھانا - اصل بات میں اپنی طرف سے کچھ بڑھانا۔

حجازی - حجاز عرب میں ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو یمن سے شام تک چلا گیا ہے - چونکہ مکہ معظمہ اسی سلسلہ میں ہے اسی لئے اہل مکہ کو حجازی کہتے ہیں۔

حرا - مکہ معظمہ کے پاس ایک غار ہے۔

حریم خلافت - مُراد بغداد ہے جو عباسیوں کا دارالخلافہ تھا۔

حکم - حکمت کی جمع۔

حکم ناطق - روزمرہ کی بول چال میں ضروری حکم اور تاکیدی حکم کو کہتے ہیں۔

حکومت تھی گویا کہ اک جھول تم پر - یعنی جس طرح جھول (ملمع) کے اُڑجانے سے دھات کی اصلیت ظاہر ہوجاتی ہے اُسی طرح حکومت کے جاتے رہنے سے تمہارے جوہر یعنی عیب ظاہر ہوگئے۔

عیبوں کو بطریق استہزا جوہر بولتے ہیں جیسے حماقت کو عقلمندی کہتی ہیں

حکومت ملی اُن کو صفار تھے جو الخ خراسان میں صفاریوں کی حکومت تیس برس ہی ہے یعقوب بن لیث ان کا پہلا بادشاہ ہے صفار ٹھٹیرے کو کہتے ہیں۔ یعقوب اول یہی کام کرتا تھا۔ پھر حاکم سیستان کے ہاں نوکر ہوگیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خراسان وغیرہ و کرمان اور فارس وغیرہ ممالک ایران پر متسلط ہوگیا۔ قصار دھوبی کو نجار بڑھئی کو سراج زین گر کو، حلاج دُھنئے کو کہتے ہیں بڑے بڑے آئمہ دین اور علماء یہ تمام پیشے کرتے تھے ●

حمیم آب و زقوم کھانا ہے جن کا - حمیم گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا اور زقوم تھوہڑ جوان کو کھلایا جائے گا ●

خ

خازن علم دین - صاحب علم حدیث - خازن خزانچی کو کہتے ہیں - اور علم دین علم نبی اکثر علم حدیث کو کہا جاتا ہے ●

خاکا اُڑانا - مٹی خراب کرنی - ہنسی ہنسی میں ذلیل کرنا ●

خاکدان - دنیا - زمین ●

خبر - اور اثر حدیث کی دو قسمیں ہیں ●

خدائی - دُنیا - کائنات - جلوہ قدرت الٰہی ●

خُدا کی زمین بِن جُتی سَربسر تھی - طبع بشری کو جبکہ وہ تہذیب سے عاری تھی بن جتی زمین سے تشبیہ دی ہے ●

خرابات - شراب خانہ ●

خس کم جہاں پاک - جب کوئی نالایق آدمی مرجائے یا کہیں چلا جائے تو یہ مثل بولی جاتی ہے ●

خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا - یعنی نیک نیتی سے جو وہ آپس میں دین کی باتوں پر جھگڑتے تھے یہ اس آشتی سے زیادہ خوشنما اور بہتر تھا جس میں اکثر دل صاف نہیں ہوتے ●

خلیفہ سے لڑتی تھی ایک ایک بڑھیا - ایک بار حضرت عمرؓ زیادہ مہر باندھنے کی ممانعت منبر پر چڑھ کر کر رہے تھے۔ ایک بڑھیا نے کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی اِن آتیتم احدھُنَّ قنطاراً فلَا تاخذُوا مِنہُ شیئاً اور کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن کو نہیں سمجھتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: عمر سے سب کا علم زیادہ ہے یہاں تک کہ بڑھیوں کا بھی اور پھر کبھی بڑے مہر باندھنے کی ممانعت نہ کی ●

خوارزم - خراسان کے شمال میں بحیرۂ خوارزم یعنی جھیل یورال تک ایک ملک ہے جس کا دارالحکومت اس زمانہ میں خیوا ہے ابتدار اسلام سے سلطان محمد خوارزم شاہ تک جس کا خاتمہ چنگیز خان نے کیا بڑے جلیل القدر مسلمان بادشاہ یہاں حکمران رہے ہیں اب روس کے ماتحت ہے ارگانج جرجانیہ، خیوا، مخشر اور ہزارلس کے بڑے شہر ہیں ●

خیر الامم - سب امتوں سے بہتر - اس آیت کی طرف اشارہ ہے کُنتم خیرَ

امۃ اُخرِجت للناس۔

خیر القرون۔ سب زمانوں سے بہتر زمانہ۔ اس حدیث کیطرف اشارہ ہے
خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ۔

خیر الوریٰ۔ بہترین عالم۔

د

درا۔ جرس گھنٹال جو قافلوں کے ساتھ رہتی ہے تاکہ بھولے ہوئے مسافر اُس کی آواز سُن کر قافلہ سے آملیں۔

درایت۔ حدیث کی پرکھ۔

دڑیڑا۔ سخت بارش۔

دست و گریباں رہنا۔ خصومت و نزاع رکھنا۔

دشت و در۔ جنگل اور پہاڑ۔

دعائے خلیل اور نوید مسیحا۔ اس مصرع میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میں اپنے دادا ابراہیم کی دُعا اور اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت ہوں" کیونکہ ابراہیم نے جیسا کہ سورۂ بقر کے رکوع ۱۵ میں مذکور ہے دُعا کی تھی کہ الٰہی مکہ والوں میں ایک نبی انہیں میں سے بھیج۔ اور عیسیٰ نے جیسا کہ سورۂ صف کے پہلے رکوع میں اور انجیل یوحنا کے ۱۴ یا ۱۶ باب میں ہے اپنی قوم کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک نبی آئیگا جس کا نام فارقلیط یا احمد ہوگا۔

دفتر اُلٹنا۔ ادبار آنا۔

دفتر گاؤخورد ہونا۔ دفتر کا برباد اور تلف ہونا۔

دل اکھڑنا۔ اداسی سے دل برداشتہ ہونا۔ اُداس ہونا۔

دل امنڈنا۔ رقت سے دل کا بھر آنا۔

دل بڑھانا۔ حوصلہ دلانا، ہمت بڑھانا۔

دم پر بننا۔ بدحالی میں گرفتار ہونا۔

دم تڑانا۔ بے دم کر دینا۔

دم دینا۔ فریب دینا۔

دمشق۔ شام کا قدیم، مشہور اور بڑا شہر ہے۔

دھت۔ جو حالت اعتدال سے بڑھ جائے۔

دُھن۔ جو خیال ہر وقت بندھا رہے۔

دُھندلکا۔ تاریکی اور روشنی کے درمیان ایک تیسری حالت جس میں اچھی طرح محسوس نہ ہو اور مجازاً تاریکی کو بھی کہتے ہیں۔

دیلم۔ گیلان کے پاس ایک پہاڑی ملک بحیرہ کیسپین کے جنوب میں واقع ہے جو پہلے ایران میں شامل تھا اور اب روس میں داخل ہے۔ اس ملک کے باشندوں کو بھی دیلم کہتے ہیں۔ جن کے بال اکثر گھنگر والے ہوتے ہیں۔

دیوان مازندرانی۔ ولایت مازندران دیلم اور گیلان کے مشرق میں ہے اُس نواح کے اکثر باشندے اب روس کے ماتحت ہیں۔ جن کو

فردوسی نے شاہنامہ میں مازندران کے دیو کہا ہے۔ مگر اب یورپ کے
فنون جنگ نے ان کو بھی مغلوب کر دیا +

ڈ

ڈرایا تعصب سے اُن کو یہ کہکر الخ اس بند میں اس حدیث
کی طرف اشارہ ہے لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَلَیْسَ
مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّۃً وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ
حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ +

ڈرو ایسے چُپ چاپ یغمائیوں سے الخ یغما لوٹ اور
یغمائی لٹیرا۔ کاہل اور نکمے آدمی اگرچہ بظاہر ملک کو نہیں لوٹتے مگر چونکہ
ان کا اثر سوسائٹی پر بُرا پڑتا ہے اس لئے اُن کو چپ چاپ یغمائی کہا
وہ چپکے چپکے ملک کو لوٹ رہے ہیں +

ڈھور۔ بہائم، چوپائے +

ذ

ذِمّی۔ غیر مُسلم لوگ جو مُسلمانوں کی اَمان میں رہیں +

ذرا پھر کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں یعنی جب
زمانہ گزشتہ میں اپنے بزرگوں کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں +

ر

رازی۔ رَے کا باشندہ۔ رَے عراق عجم کا قدیمی شہر ہے یہاں
رازی سے مُراد امام فخر الدین رازی ہے جس کی ولادت ۵۴۳ھ
میں ہوئی تھی +
یہ بڑا جلیل القدر مسلمان عالم گذرا ہے اِسکی تصانیف مختلف
علوم و فنون اور مذہب میں پچاس کے قریب گنی گئی ہیں جن میں سے
قرآن کی تفسیر بارہ جلدوں میں ہے +

راس۔ سازگار۔ موافق +

راس الاطبا۔ طبیبوں کا سردار۔ بڑا طبیب +

راس البضاعت۔ راس المال۔ عمدہ پونجی، اعلیٰ سرمایہ +

راعی۔ چرواہا۔ ریوڑ کا رکھوالا۔ اس لفظ کا اطلاق اکثر انبیا پر کیا گیا ہے

راوی۔ حدیث کا روایت کرنے والا +

راہب۔ عیسائیوں کا درویش +

رُبع مسکوں۔ کرۂ زمین میں چوتھائی خشکی اور تین چوتھائی پانی
مانا جاتا ہے۔ ایک چوتھائی خشکی کو ربع مسکوں کہتے ہیں +

ریپبلک۔ سلطنت جمہوری جس میں تمام رعایا کو وضع قوانین میں مداخلت
کا حق ہوتا ہے +

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر۔ رجال سے مراد علم رجال ہے
جس میں حدیث کے راویوں کا حال پوری صحت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔
اور اسانید سے مُراد علم حدیث ہے +

ردا۔ چادر +

رسیا۔ شوقین +

رصد - پہاڑ یا نہایت بلند جگہ پر ایک عمارت بناتے ہیں جس میں بیٹھ کر ستارہ شناس اوضاع و حالات کواکب کو دیکھتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں اس کو رصد کہتے ہیں +

رعونت - اُردو میں بمعنی تکبر اور غرور +

رکھوال - نگاہبان - پاسبان +

رمق - بقیہ جان مجازاً قدر قلیل +

رمنا - سیرگاہ - گزرگاہ +

روایت - حدیث کو نقل یا بیان کرنا +

رو دینا - عاجز ہونا۔ جیسے ع جہاں جا کے دیتا ہے رو ابر نیساں

روحانی - جو لوگ مذہب کو صرف روحانی باتوں میں حصر کرتے ہیں جیسے عیسائی +

رُوکھ - درخت +

رُوم - یا روما - قدیم رومیوں کا دار السلطنت جو اب اٹلی میں واقع ہے یہ شہر دریائے ٹائبر کے کنارے بحیرہ روم سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے رومیوں کے شہنشاہی عہد میں یہی شہر دار السلطنت تھا۔ جہاز کو روما کے ساتھ اور چراغ کو آتش پرستوں یعنی قدمائے اہل فارس کے ساتھ جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے +

رہا سر پہ باقی نہ سایہ ہُما کا - ہُما کے سایہ سے مراد اسلام کی برکت ہے +

رہبان و احبار - رہبان جمع راہب عیسائیوں کے درویش احبار جمع حبر، یہود کے علماء +

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی - آبی سے جزیروں اور بندرگاہوں کے باشندے مراد ہیں اور خاکی سے اندرونی خشکی کے باشندے مراد ہیں +

رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت یعنی جب نبی کی تعلیم سے خدا نے بندوں کو دین حق سے مطلع کر دیا اور کسی کو یہ کہنے کا منصب نہ رہا کہ ہم پر خدا نے نبی نہ بھیجا +

رہیگی نئی پود پامال کب تک - نئی پود یعنی نسل اولاد یعنی کب تک اولاد کو اپنے تعصبات سے زمانہ کے لائق نہ بننے دو گے +

ریشہ دوانی - درخت کی جڑوں کا زمین میں دُور تک پھیل جانا مجازاً دلوں میں اثر پہنچانا +

ز

زابل - قدیم زمانہ میں زابل کے نام سے وہ ملک مشہور تھا جس کے مشرق میں کابل - مغرب میں سیستان - جنوب میں سندھ اور شمال میں کوہستان ہزارہ ہے - قندھار و غزنین - میمند اور فراہ وغیرہ اسکے مشہور شہر تھے - کیانیوں کے زمانہ میں یہ ملک رستم کے خاندان کی حکومت میں تھا وہاں کے باشندوں کو زابلی اور زابلستانی کہتے ہیں +

زورق - چھوٹی کشتی +

س

ساتوں سمندر۔ اس لفظ سے بروئے محاورہ کل سمندر مراد لئے جاتے ہیں اس کا ماخذ سبعۃ ابحر کا لفظ ہے جو قرآن میں آیا ہے اور وہاں اس سے وہ ساتوں سمندر مراد ہیں جو عرب کے اِردگرد دُور یا نزدیک واقع ہیں جیسے بحیرۂ روم بحیرۂ قلزم ۔ بحر عرب ۔ بحر ہند ۔ بحر عمان ۔ بحر فارس ۔ بحر اسود ۔

ساسانی۔ ساسان پسر بہمن بن اسفندیار کی اولاد میں جو بادشا ہوئے ہیں وہ ساسانی کہلاتے ہیں۔

سام۔ رستم کے دادا کا نام ہے ۔

سبب و علامت۔ طب کی اصطلاح میں سبب وہ چیز ہے جس سے مرض پیدا ہو اور علامت وہ جس سے مرض پہچانا جائے۔

سپوت۔ لائق اور قابل بیٹا طعناً نالایق بیٹے کو بھی کہتے ہیں۔

سبق پھر شریعت کا الخ شریعت سے مراد اعمال ظاہری اور حقیقت سے مراد اعمال باطنی۔

سراب۔ صحرا کی ریت جو دھوپ میں ذرّوں کی چمک کے سبب سے مسافروں کو بہتے ہوئے پانی کی شکل میں دکھائی دے۔

سر برہونا۔ عہدہ برآ ہونا۔

سرِ تکوین۔ پیدائش کا بھید۔

سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھاتی۔ یعنی سکندر جو دارا کے مقابلے میں بہت کم طاقت تھا اس کو دارا جیسے زبردست بادشاہ پر چڑھائی کرنے کا حوصلہ اسی امید کے سہارے پر ہوا تھا۔

سکھائی انہیں نوعِ انساں پہ شفقت۔ اس بند میں حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے احسن الی جارک تکن مؤمنا واحب للناس ما تحب لنفسک تکن مسلما اس سے اگلے بند میں ان دونوں حدیثوں کا ترجمہ ہے لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔

سلرنو۔ اٹلی کا مشہور شہر ہے وہاں مسلمانوں کا ایک نامی مدرسہ تھا۔ جس میں طب کی علمی و عملی تعلیم ہوتی تھی اور یورپ کے اکثر لوگ طب سیکھنے کو یہاں آتے تھے۔

سلسبیل۔ جنت کی ایک نہر کا نام ہے۔

سلیمانؑ نے کی حق سے جس کی تمنا۔ یہ حضرت سلیمانؑ کی اس دُعا کی طرف اشارہ ہے جس کے الفاظ قرآن یہ ہیں وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔

سمجھتے ہیں گمراہ جن کو مسلماں۔ اس بند میں مسلمانوں کو غیرت دلائی گئی ہے کہ جن قوموں کو وہ مذہب کی رو سے گمراہ اور اہل باطل سمجھتے ہیں ان کے ہاں ہمدردیٔ انسان اور خیرخواہیٔ قوم و ملک جو کہ اعلےٰ درجہ کی نیکی ہے ایسی ادر ایسی ہے۔

سمرقند سے اندلس تک الخ سمرقند اور اندلس کی رصدگاہیں
کے کھنڈر اب تک موجود ہیں مراغہ آذربائیجان میں مروان بن محمد کا آباد
کیا ہوا شہر ہے اس شہر کے باہر ایک بلندی پر ہلاکو خان نے اپنے عہد
میں محقق طوسی وغیرہ سے ایک رصدگاہ بنوائی تھی - قاسیون دمشق
کے شمال میں ایک پہاڑ ہے - کہتے ہیں کہ قابیل نے ہابیل کو یہیں قتل
کیا تھا مامون رشید نے سنہ ۲۱۵ھ میں قاسیون اور بغداد میں خالد بن
عبدالملک وغیرہ سے رصدگاہیں بنوانی شروع کی تھیں سنہ ۲۱۸ھ میں جب
وہ مرگیا تو وہ رصدگاہیں ناتمام چھوڑ دی گئیں - پھر شرف الدولہ دیلمی نے دوبارہ
بغداد میں ویجن بن رستم کوہی وغیرہ سے رصدگاہ بنوائی +

سمندر کی آئی نہ تھی موج واں تک سمندر سے مراد علم ہے
یعنی اس وقت تک علم کا قدم وہاں نہیں آیا تھا +

سمور - لومڑی کی کھال کی پوستین +

سنجار - یہ دجلہ و فرات کے مابین دیار ربیعہ میں ایک شہر ہے -
یہاں ایک بڑا کف دست میدان ہے جس کو عرب بریہ کہتے ہیں ایک
بار اس میدان [illegible] دوسری بار کوفہ کے میدان میں مامون کے حکم
سے مہندس جمع ہوئے تھے اور کرۂ ارض کے ایک درجہ دائرۂ عظیمہ
کی پیمائش کی اور محیط کو چوبیس ہزار میل مشخص کیا - اور موسیٰ کے
چاروں بیٹے ابوجعفر محمد احمد اور حسین جن کی کتاب حیل بنی موسیٰ
مشہور ہے اس کام پر بھیجے گئے تھے +

سنگلاخ - پتھریلی زمین - سخت زمین +

سیاست - انتظام ملک +

سیانی - یائے مخلوط بروزن گیانی صفت مونث ہوشیار - سمجھدار +

سیلون - جزیرہ لنکا +

ش

شاذ - نادر - قلیل الوجود +

شامات - ملک شام کو اس کے مختلف حصوں کے لحاظ سے
شامات بھی کہتے ہیں - جیسے گیلانات اور شروانات گیلان اور
شروان کو کہتے ہیں +

شش جہت - دائیں - بائیں - آگے - پیچھے - اوپر
نیچے یہ چھ سمتیں ہوئیں - اس سے اکثر تمام دنیا مراد لیتے ہیں +

شفا - بوعلی سینا کی کتاب کا نام ہے جو تمام فنون حکمت کی جامع
ہے اور اس کی ۱۸ جلدیں ہیں +

شماتت - جس طرح کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر جلنے کو حسد،
اسی طرح برے حال میں دیکھ کر خوش ہونے کو شماتت کہتے ہیں +

شوب - دھوب - کپڑے کا ایک بار دھلنا +

شوشہ - ریزہ - حرف کا سرا - مسدس میں اس لفظ سے انجیل کی
اس عبارت کی طرف اشارہ ہے جس میں عیسیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک

آسمان اور زمین نہ ٹلیں گے توریت کا ایک لفظ یا ایک شوشہ نہ ٹلے گا۔ یعنی حکمار یونان کی کتابوں کو مسلمان بھی گویا ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے توریت کی نسبت فرمایا ہے +

شیر مادر۔ مباح و حلال +

شیوا بیانی۔ فصاحت و بلاغت +

ص

صاحبقرانی۔ صاحبقران وہ بادشاہ جس کی ولادت کے وقت زہرہ و مشتری ایک برج میں ہوں یہ بڑی اقبالمندی کی بات سمجھی جاتی ہے مجازاً ہر اقبال مند اور کامران بادشاہ کو بھی کہتے ہیں +

صایم۔ روزہ دار +

صدیق۔ نہایت سچا +

صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی۔ چونکہ مسلمانوں کے علوم اور کمالات وغیرہ کو بزم سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے اس کے لوازم کو سامان مجلس یعنی صراحی و طنبور وغیرہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے +

صفا۔ صفا اور مروہ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں جن کے بیچ میں سات بار پے در پے دوڑنے کا حکم ہے جب حضرت سارہ کے کہنے سے حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل کو ایک بے آب و دانہ میدان میں چھوڑ دیا اور وہ اُن سے جدا ہو کر صفا اور مروہ پہاڑیوں میں پہنچے تو اضطراب کی حالت میں ان پہاڑیوں کے درمیان کبھی تیزی سی آگے بڑھتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹ آتے تھے۔ اس امر کی یادگار میں مسلمانوں کو ایام حج میں ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے +

صوت۔ آواز +

صور۔ بحر شام کے کنارہ پر شام کا ایک نہایت قدیم شہر ہے کہتے ہیں کہ یونان کے اکثر حکما اسی شہر کے تھے مسلمانوں نے یہ اور عکا ۶۶۰ھ میں فتح کیا تھا اور اب مدت سے ویران ہے +

صیدا۔ دمشق سے ۶۶ میل بحر شام کے کنارے پر ایک مضبوط اور مستحکم شہر تھا جس میں متعدد قلعے تھے +

ض

ضحاک۔ قدیم ایران کا ایک مشہور ظالم اور زبردست بادشاہ ہے جو جمشید کے بعد فرمانروا ہوا اور جس کو فریدون نے باوجود بے سروسامانی کے کاوہ آہنگر کی حمایت سے مغلوب اور ہلاک کیا اور خود اُس کی جگہ فرمانروا ہوا +

ط

طبق۔ اس سے روئے زمین یا نصف کرۂ زمین جس کو انگریزی میں ہمسفیر کہتے ہیں مُراد لی ہے +

طبقہ۔ ہمعصر لوگ +

طغرل - سلجوقیوں کے سلسلہ کا پہلا بادشاہ الپ ارسلاں کا چچا اور سلجوق کا پوتا جو ۴۵۵ھ میں تخت نشین ہوا۔

طفیلی - وہ شخص جو مہمان کے ساتھ بن بلائے دعوت میں چلا جائے مجازاً وہ لوگ جن کے کام اوروں کے طفیل چلتے ہوں۔

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا - یعنی محدثین اسلام نے راویوں کے حالات کی تنقیح آزادی اور انصاف سے کی۔ مقدس لوگ جن کے عیوب بشری پرہیزگاری کے پردہ میں چھپے ہوئے تھے ان کو ظاہر کر دیا تاکہ طالبانِ حدیث دھوکا نہ کھائیں۔

طوسی - طوس مشہد مقدس کا قدیم نام ہے اور یہاں طوسی سے مُراد خواجہ نصیر الدین محقق طوسی جو ساتویں صدی ہجری کا اسلامی حکیم اور ہلاکو خاں کا مشیر خاص تھا۔ اِس کی تصانیف اکثر علوم و فنون میں بو نصر اور بو علی کی تصنیفات کے بعد سمجھی جاتی ہیں۔

ع

عاری - اُردو میں بمعنی عاجز اور قاصر استعمل ہوتا ہے۔

عاریت - مستعار، مانگے کی چیز۔

عبا - کمبل۔

عباسی - رسُول خدا کے چچا عباس کی اولاد جن کی خلافت بغداد میں عرصہ دراز تک رہی۔

عبرت - کسی کے حال کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنی۔

عترت - اولاد۔

عجم - عرب اپنے سوا اور تمام ممالک کو عجم کہتے ہیں۔

عراق عرب - جو ملک دجلہ کے دونوں طرف خلیج فارس تک چلا گیا ہے اور جس میں عباسیوں کا دار الخلافہ یعنی بغداد واقع ہے۔

عراقین - دونوں عراق یعنی عراق عرب اور عراق عجم جو کہ ایران کا پہاڑی حصّہ ہے اور جس کو بلاد الجبل کہتے ہیں۔

علم نبی - علمِ حدیث۔

عمان - بحر عمان عرب اور بلوچستان کے درمیان ہے۔

عنوان - انداز - طریقہ۔

غ

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی الخ - اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے مَن طَلَبَ الدنیا حلالاً استعفافاً عَنِ المسئلۃِ وسَعیاً علٰے اھلہ وتعطفاً علٰے جارہ لقی اللہ تعالٰی یوم القیمۃ ووجہہ مثل القمر لیلۃ البدر یعنی جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے

اور بال بچوں کے لئے کوشش کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے ایسا شخص قیامت کے دن خدا سے ملے گا اور اس کا چہرہ مثل چودھویں رات کے چاند کے روشن ہوگا ◆

غزلخوان - چونکہ عرب پرستان کا اطلاق کیا گیا ہے اس لئے استعارہ کے طور پر عاشقوں کو بلبل غزلخوان کہا گیا ہے ◆

یورپ کے مورخین مثلاً ایڈورڈ گبن - ہنری لوئس ڈاکٹر ہیلی - سڈیو فرانسیسی - سکندر - ہیملٹ وغیرہ وغیرہ اس بات کے معترف ہیں کہ ہمارے فضل و کمال کا سرچشمہ عرب تھا ◆

غسّال - مُردہ کو غسل دینے والا ◆

غش - اُردو میں بمعنی فریفتہ و مفتون استعمال ہوتا ہے ◆

غنیمت - لوٹ کا مال ◆

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے - یہ حدیث کا ترجمہ ہے اغتنم خمسًا قبل خمسٍ شبابك قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحيٰوتك قبل موتك ◆

ف

فاران - دیکھو (قبیلے قبیلے کا بُت)

فاش کرنا - ظاہر کرنا ◆

فتاویٰ - فقہ کی مبسوط کتاب جس میں ہر قسم کی جزئیات فقہ بلا دلیل بیان کی گئی ہوں ◆

فتوح - اُردو میں اس منفعت کو کہتے ہیں جو بلا محنت حاصل ہو ◆

فدائی - فدا اور قربان ہونے والا ◆

فرع و اصل - فرع وہ دینی مسئلہ جو عمل سے متعلق ہو اور اصل وہ جو اعتقاد سے تعلق رکھتا ہو ◆

فصاحت کے دفتر تھے سب گاؤخوردہ الخ - یورپ کے مصنف کہتے ہیں کہ عرب کے علم ادب نے روم اور یونان کے ادب میں از سرِ نو جان ڈالی تھی - اور سینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی کی پہلی تجویز میں اس بات کا اقرار کیا گیا تھا کہ فن ادب اور قصص و حکایات میں اب تک کوئی عرب سے بڑھ کر نہیں ہوا ◆

فضائل - نیک اور پسندیدہ خصلتیں - کمالات ◆

فطرت - اصل خلقت ◆

فلاحت - بیج بونے اور درخت لگانے کی صنعت، فلاح ماہر علم فلاحت کو کہتے ہیں ◆

فلاطون - ایتھنز پایہ تخت یونان کا رہنے والا سقراط کا شاگرد مشہور حکیم ہے ۸۱ برس کی عمر میں حضرت عیسیٰ سے ۳۴۸ برس پہلے فوت ہوا ◆

فریدوں - دیکھو (ضحاک)

فلاکت - افلاس، تنگدستی ◆

ق

قالب - جسم - محلِ رُوح - اُردو میں بکسرِ لام ہے ◆

قبلۂ کج - یعنی قبلۂ باطل ◆

قبیلے قبیلے کا اک بُت جدا تھا الخ ہبل، صفا، عزےٰ، نائلہ، لات، منات، اساف وغیرہ وغیرہ بہت سے بت تھے اور ہر ایک بُت کسی خاص قبیلے سے مخصوص تھا - نور سے مُراد جلوۂ حق ہے فاران سے مُراد مکہ کا پہاڑ ہے - اس بند کے اخیر شعر میں اس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو بعثت آنحضرت کی بابت توریت اور حیقوق نبی کی کتاب میں مسطور ہے توریت میں اس کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں: "خدا سینا سے نکلا اور ساعیر سے چمکا اور فاران سے ظاہر ہوا" کوہِ سینا کو موسیٰ سے اور کوہِ ساعیر کو عیسیٰ سے اور کوہِ فاران کو آنحضرت صلعم سے نسبت دی ہے ◆

قریہ - بستی - قصبہ - گاؤں ◆

قسیس - عیسائیوں کے علمائے دین ◆

قلتین - اُردو کے محاورہ میں نہایت مستعمل اور مشتبہ اور مکروہ پانی یا اس کے ظرف یا حوض کو کہتے ہیں یہ محاورہ متعصب حنفیوں کا تراشا ہوا ہے کیوں کہ شافعیوں کے ہاں قلتین وہی حکم رکھتا ہے جو حنفیوں کے ہاں دہ در دہ حوض مگر حنفی اس کو نجس سمجھتے ہیں ◆

قلزم - جو سمندر عرب اور افریقہ کے بیچ میں واقع ہے ◆

ک

کائنات - اُردو کے محاورہ میں سرمایہ پونجی کو کہتے ہیں ◆

کائی - سبزی جو پانی کی نمی سے چونے والی دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے ◆

کہ اسلام پر جن سے قائم ہو بُرہاں الخ یعنی جن کے چال چلن دیکھ کر اسلام کی حقیقت اور سچائی کا یقین ہو ◆

کان دھر کر سننا - غور سے سُننا ◆

کہ بگڑا ہوا یہاں ہے آوے کا آوا - آوا کمہاروں کی بھٹی کو کہتے ہیں جس میں وہ برتن پکاتے ہیں - آوا بگڑنا تمام برتنوں کا بگڑنا، مجازاً تمام خاندان یا تمام قوم کا بگڑ جانا - آوے کا آوا یعنی تمام آوا جیسے گھر کا گھر یعنی تمام گھر ◆

کتابِ ہدیٰ - قرآن - شریعتِ اسلامیہ ◆

کٹھن مشکل - اکثر سخت منزل اور رستے کو کہتے ہیں ◆

کہ حب الوطن ہے نشانِ مومنین کا - اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے حبُّ الوطن من الایمان ◆

کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو۔ اس میں ذیل کی حدیث کیطرف اشارہ ہے الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا۔

گد۔ اردو میں بمعنی ہٹ کرنے اور اصرار کے استعمال ہوتا ہے۔

کرتبی۔ سپاہ گری کے فن میں مشاق و ماہر۔

کرشمہ۔ اردو میں کوئی تعجب انگیز بات، مجازاً جلوہ یا شعبدہ۔

کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت یعنی شریعت اسلام کو دنیا میں اس قدر پھیلاؤ کہ پھر کسی کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ خدا کا پیغام ہمکو نہیں پہنچا۔

کڑھنا۔ رنج کرنا۔

کسی کو اتارا کسی کو چڑھایا۔ اتارنا رتبے سے گرانا۔ اور چڑھانا حد سے زیادہ بڑھا دینا۔ یعنی جیسا موقع ہوتا ہے ویسی ہی باتیں کرکے لوگوں کو دام میں لاتے ہیں۔

کشف۔ کشف دل کی صفائی سے غیب کا حال معلوم ہونا۔

کرامت۔ اولیا سے خرق عادت ظاہر ہونا۔

کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی کے واقعی عیب بیان کئے جاتے ہیں تو وہ بہ نسبت اتہام کے زیادہ برا مانتا ہے اس شعر کا یہی مطلب ہے کہ ہم نصیحت کو ایسا برا مانتے ہیں کہ گویا ہمیں اپنے عیبوں کا علم ہے۔ لیکن جب کبھی ازراہِ نصیحت ہمارے عیب ظاہر کئے جاتے ہیں تو ہم کو ناگوار ہوتا ہے۔

کلبلانا۔ سوتے میں کسی قدر جنبش کرنی۔

کمیرا۔ مزدور جو باغبان کے ماتحت کام کرتا ہے۔

کنگلا۔ محتاج۔

کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر یعنی عرب میں سبزہ باغ اور آب جاری وغیرہ میں سے کوئی ایسی چیز نہ تھی۔ جس سے قوائے انسانی میں شگفتگی پیدا ہو۔

کنوڈا ایشہ منده احسان۔

کوفہ۔ عراق کا مشہور شہر۔

کوہ آدم۔ لنکا میں جو سلسلہ پہاڑوں کا ہے اس میں سے اونچی چوٹی قدم آدم یا کوہ آدم ہے۔

کوہ بیضا۔ یہ پہاڑ اندلس میں ہے اس کا قدیم نام سیرا ہے۔ چونکہ اس کی چوٹی اکثر برف سے سفید رہتی ہے اسلئے عرب اسکو قلہ بیضا کہتے ہیں۔ اسپین والے اس کو سیرا البیڈا کہتے ہیں۔

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے۔ قرطبہ یعنی (کارڈوا) اندلس میں بہت بڑا اور نامی شہر ہے جس کی فصیل پتھر کی اور جسمیں سولہ سو مسجدیں اور نو سو حمام اور پچاس شفا خانے اور اسی عام مدرسے خلفاء امویہ کے عہد میں تھے۔ ناصر اموی نے اس کے غرب میں ایک شہر بالائے کوہ آباد کیا تھا جس کا نام زہرا اور جس کا ذکر سید کہتی

قرطبی نے اپنے مرثیہ اندلس میں کیا ہے۔

کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت اس میں

حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے یتبع المیت ثلثۃ فیرجع اثنان ویبقیٰ معہ واحد یتبعہ اھلہ ومالہ وعملہ فیرجع اھلہ ومالہ ویبقیٰ عملہ۔

کہانت - جن اور شیاطین کے ذریعہ سے لوگوں کو غیب کی خبریں دینی یا جانوروں کی آواز سے شگون لینا۔ جاہلیت میں اور ابتدائے اسلام میں کاہن لوگ عرب میں بہت تھے مگر اسلام نے انکو کالعدم کر دیا۔

کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی - اہرام مصری کے مثلث نما چہل مینار ہیں جو دریائے نیل سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں ان میں سے ایک مینار دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے ان سے کوئی عمارت ہی دنیا میں زیادہ قدیم ہو گی گرنا زابلستانی سے مراد رستم کا خاندان ہے۔ پیشدادی ایران کے گیارہ بادشاہ جو ہوشنگ کی اولاد میں ہوئے ہیں۔ کیانی بادشاہوں سے کیکاؤس کیخسرو۔ کیقباد اور کے لہراسپ مراد ہیں۔

کھتا - زمین دوز کوٹھا جس میں اناج بھرا جاتا ہے۔

کھٹکا - اندیشہ خطرہ۔

کہ ہمنے بگاڑا نہیں کوئی اب تک الخ اس شعر میں آیت ذیل کا ترجمہ ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔

کھنڈر - نہایت بوسیدہ مکان ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے نشان۔

کھوٹ - چاندی سونے میں کسی کم قیمت دھات کی ملاوٹ۔

کھونٹ - سمت، جانب۔

کہیں آگ پجتی تھی وہاں بے محابا الخ عرب میں زمانہ جاہلیت میں مختلف مذہب کے لوگ تھے۔ صابئین کا فرقہ آگ اور ستاروں کی تعظیم کرتا تھا۔ عیسائی تثلیث کے قائل تھے اور قریش بتوں کو پوجتے تھے۔

راہب عیسائیوں کے درویش تھے جو دنیا کی لذتیں ترک کر دیتے تھے کاہن غیب کی خبریں دیتے تھے۔

کھیوا - کشتی - بیڑا۔

کیا چاند نے کھیت غار حرا سے - چاند نے کھیت کیا یعنی طلوع کیا۔ کوہ حرا مکہ معظمہ سے تین میل ہے اس میں ایک غار ہے جہاں آنحضرت بعثت سے پہلے جا کر ذکر و فکر کیا کرتے تھے اسی غار کو غار حرا کہتے ہیں سب سے پہلے وحی الٰہی اسی غار میں نازل ہوئی تھی۔

کئی - منسوب بہ کئے۔ کئے فارس میں شہنشاہ کو کہتے ہیں اور کو عجم کے دوسرے طبقے کے چاروں بادشاہ کئے کہلاتے ہیں جس کی جمع کیاں اور یائے نسبت کے ساتھ کیانی ہے۔ پس کئی وہ چیز جو کیانیوں کی طرف منسوب ہو جیسے تاج کئی اور شان کئی۔

کھیل بگڑنا - بنے ہوئے کام کا بگڑ جانا۔

گ

گپ۔ جو بات بے سروپا اور بے اصل ہو۔

گت۔ حالت۔ اکثر اس کا اطلاق بُری حالت پر ہوتا ہے۔

گدلانا۔ پانی کا مکدر ہونا۔

گُر۔ اصول۔ قاعدہ۔

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا۔ اس گروہ سے مراد محدثین اسلام ہیں۔ اور علم نبی علم حدیث ہے۔

گل و لالہ رہتے ہیں صحبت میں ان کی۔ گل و لالہ سے مراد طوائف اور ارباب نشاط ہیں۔

گُن۔ ہنر، جوہر۔

گنوانا۔ ضائع اور برباد کرنا۔

گھاٹ۔ دریا کے کنارہ پر وہ مقام جہاں سے مسافر ناؤ میں سوار ہوتے ہیں یا دریا میں اُترتے ہیں۔

گھائل۔ زخمی۔

گھُٹی۔ ایک معمولی جوشاندہ، جو شیر خوار بچوں کو پلایا جاتا ہے کسی چیز کے گھُٹی میں پڑ جانے سے یہ مُراد ہوتی ہے۔ کہ یہ اس کی عادت ہے۔

گھرنا۔ محصُور ہونا۔

گہنانا۔ چاند اور سُورج کا خسوف اور کسوف میں آنا۔

گیان گن۔ علم و فضل۔

گیانی۔ علم والے۔

گئیں بھول آگے کی بھیڑیں جو بٹیا۔ بھیڑوں کا قاعدہ ہے کہ سب اگلی بھیڑ جس رستے پر لگ جاتی ہے اُس کے پیچھے سب ہو لیتی ہیں۔ اگلے لوگوں کی اندھادُھند پیروی کرنے والوں کی بھی یہی صُورت ہے۔

گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں۔ بھُول جانا دو معنوں میں آتا ہے۔ ایک فراموش کرنا جیسے۔ مصرعہ
گئیں بھول آگے کی بھیڑیں جو بٹیا۔ دوسرے فراموش ہو جانا۔ یہاں یہی دوسرے معنی مُراد ہیں یعنی جن کو صحرا کی ہوائیں بھول گئیں۔

ل

لاگ۔ کسی طرح کا تعلق، محبت کا ہو یا عداوت کا۔

لبرٹی۔ انگریزی لفظ ہے بمعنی آزادی۔

لبرل۔ آزاد۔

لبیک۔ یہ کلمہ حاجی لوگ عرفات میں بار بار کہتے ہیں اس کے معنی ہیں کہ میں حاضر ہوں اس سے مُراد اطاعت اور انقیاد کا اظہار ہے۔

لبیں - مونچھوں کے بال جو ہونٹوں پر سے کتر دیے جاتے ہیں ◆
لپٹ - آگ کا شعلہ یا خوشبو جو ہوا کے زور سے دُور تک پہنچے ◆
لچپن - شُہدپن ◆
لگن - لگاؤ - تعلق ◆
للکارنا - رعب ناک آواز سے پکارنا ◆
لِوَا - جھنڈا ◆
لَولگانا - عاشق ہونا ◆
لہلہانا - ہری کھیتی یا درخت کا ہوا سے ہلنا ◆
لہنا - فائدہ - تمتع ◆
لے بڑھانا - ترقی دینا ◆
لے کھلنا - چھپی بات کا معلوم ہو جانا ◆

م

ماسِوَا - صوفیہ کی اصطلاح میں ذات باری تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے اس کو ماسوا کہتے ہیں اور مسدس میں طنزاً ماسوائے معشوق مجازی سے مُراد لی گئی ہے ◆
مأمن - امن کی جگہ - ٹھکانا ◆
ماں جائی بہن - سگی بہن ◆

ماویٰ - ٹھکانا ◆
ماورائے شریعت - یعنی شریعت سے پرے جیسے کہ جاہل صوفی سمجھتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے ◆
مُبتذل - ذلیل - بے قدر ◆
مبرّا - پاک ◆
مبعوث ہونا - نبی کا بھیجا جانا ◆
متین - مضبوط ◆
مثالب - بُرائیاں ◆
مجسطی - حکیم بطلیموس کی کتاب ریاضی میں ہے - جس کو محقق طوسی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے ◆
مدوجزر - اُتار چڑھاؤ - جوار بھاٹا - اس کتاب کا نام مدوجزر اسلام اس سبب سے ہے کہ اسلام کی ترقی و تنزل کا نقشہ کھینچا گیا ہے
مدارا - یہ لفظ محاورہ میں اکثر ظاہرداری کی تواضع پر بولا جاتا ہے ◆
مَذ - ذکری کا صیغہ ◆
مُدبر - ادبار والا - بدبخت ◆
مُدعی - اکثر جھوٹا دعویٰ کرنے والے کو کہتے ہیں - چنانچہ ؎

باطل است آنچہ مدعی گوید (گلستان)

مُرادومُرید - صوفیہ کی اصطلاح میں مراد وہ شخص ہے جس نے جاذبہ الٰہی کے بعد درویشی اور سلوک اختیار کیا ہو - اور مُرید وہ جو سلوک

کے بعد جذب کے مرتبہ کو پہنچا ہو +

مَرقد - قبر +

مُزمِن - پُرانا - اکثر امراض ہی پر اطلاق ہوتا ہے +

مسّاح - پیمائش کرنے والا - مساحت کرنے والا +

مَسخ - اعلیٰ سے اَدنےٰ صورت میں آجانا +

مس خام - کان سے نِکلا ہوا تانبہ جو ابھی صاف نہ کیا گیا ہو +

مشائخ - دین کے اکابر اور بزرگ لوگ +

مصر کی روشنی - مصر کے علوم و فنون اس ملک کی ترقی ہند اور فارس اور تمام دنیا سے مقدم مانی گئی ہے چنانچہ یونان بھی مصر ہی کے پرتو سے روشن ہوا تھا +

مُصلی - نمازی +

مُضمر - پوشیدہ +

مغیلان - ببول - ہندی کیکر +

مفتری - جھوٹی حدیثیں بنانے والا +

مفلوک - مفلس - فلاکت زدہ +

مقبل - اقبالمند +

مکتوم - پوشیدہ +

مکینکس - کلوں کا علم - یہ انگریزی لفظ ہے +

مگر اک جہاں ہے غزلخواں عرب کا - غزلخواں سے مُراد مدح خوان ہے - چونکہ عرب کو اس سے پہلے مصرع میں بوستان کہا گیا ہے اور باغ کے پھولوں پر بلبل کے چہچہانے کو غزلخوانی کہتے ہیں اس لئے عرب کی تعریف کرنے والوں کو غزلخواں کہا گیا ہے +

مگر خواب میں دیکھ لیتے ہیں سب کچھ - یعنی بڑوں کی بڑائی کے تصور سے خوش ہونا بھی ایسا ہی ہے - جیسے کوئی محبوب چیز خواب میں دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے خوشی ہوتی ہے +

ملاہی - لہو و لعب، کھیل کود +

ملایا - جزیرہ نمائے ہند چین کا جنوبی حصہ ہے +

ملّت - قدیم عربی میں صرف مذہب کو کہتے تھے مگر اب قوم کو بھی کہتے ہیں اور ہندی زبان میں ملاپ کو ملت کہتے ہیں +

ملجا - جائے پناہ +

مُناظر - بحث اور مناظرہ کرنے والا +

مناقب - خوبیاں +

منڈلانا - گرد پھرنا - جیسے چیل قصاب کی دوکان پر منڈلاتی ہے +

منزلت - مرتبہ +

منزل کھوئی ہوئی - رستے میں اتنی دیر لگنی کہ وقت مقرر تک منزل پر نہ پہنچ سکیں - مجازاً منزل پر نہ پہنچ سکنا +

منوا کے چھوڑنا - یعنی اپنی بات منائے بغیر نہ چھوڑنا +

مَوالی - مولیٰ کی جمع - دوست +

مورخ ہیں جو آج تحقیق والے - مراد یورپ کے مورخ ہیں۔
مُوقر - صاحب توقیر - صاحب عزت۔
منہ خام ہونا - منہ بند ہونا۔
مویشی - ڈھور ڈانگر جیسے گائے بھینس وغیرہ۔
مہتر - خاکروب۔
میاں مٹھو بنانا - میاں مٹھو طوطے کو کہتے ہیں میاں مٹھو
بنانے سے ایسا پڑھانا مراد ہے جیسا طوطے کو پڑھاتے ہیں جو صرف
الفاظ یاد کر لیتا ہے۔ مگر سمجھتا بالکل نہیں۔
میّت - یہ لفظ اصل میں میِّت ہے مگر اردو میں میَّت بولتے ہیں۔

ن

ناشر - نشر کرنے والا۔
نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو - ترازو کا وضع ہونا
اس کا برپا اور قائم ہونا، جیسا کہ قرآن میں ہے ونضع الموازین
القسط مقصود یہ ہے کہ اگر علما کوشش نہ کرتے اور علم اخلاق اور
سلوک مدون نہ ہوتا تو اچھے اور برے اخلاق کی کچھ تمیز نہ ہوتی۔
ناسپردہ - وہ رستہ جس پر کوئی نہ چلا ہو۔
ناظم - شاعر۔
ناک بھوں چڑھانا - ناراض ہونا۔

ناکسی - نالائقی۔
نامِ خدا - یہ لفظ ماشاءاللہ یا چشمِ بد دور کی جگہ بولا جاتا ہے اور بطریق
استہزا بری حالت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
نام کٹنا - معزول ہونا۔
نام لیوا - کسی کے مرنے کے بعد اس کو بھلائی سے یاد کرنے والے۔
نئی روشنی - زمانہ حال کی شائستگی یا علوم و فنون جدیدہ۔
نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا - نبوت کے سایہ سے مراد
خلافت راشدہ ہے۔
نپٹ - محض۔
نجابت - شرافت۔
نچلا - خاموش - بے جنبش و حرکت۔
نرالا - سب سے الگ، انوکھا، عجیب۔
نسخ و نسیان - نسخ شرع کی اصطلاح میں کسی پہلے حکم شرعی کو
بدل کر اس کی بجائے دوسرا حکم مقرر کرنا اور نسیان یعنی پہلا حکم بھلا کر
دوسرا حکم بھیجنا۔ یہ دونوں لفظ قرآن کی اس آیت سے ماخوذ ہیں
"مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا"
نشان - جھنڈا، علامت۔
نشے میں چور ہونا - مست اور مدہوش ہونا۔
نصرانی - عیسائی۔

نعم البدل - اچھا بدلہ جو کسی شئے کے عوض میں حاصل ہو۔

نظامیہ نوریہ مستنصریہ الخ اس بند میں اگلے زمانہ کے چند مدارس اسلامیہ کا نام لیا گیا ہے - از انجملہ نظامیہ کے نام سے پانچ مدرسے ہرات، نیشاپور، اصفہان، بصرہ، بغداد میں خواجہ نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان سلجوقی کے بنوائے ہوئے تھے اور نوریہ نور الدین ارسلان شاہ صاحب موصل کا موصل میں مستنصریہ خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کا بغداد میں ستیہ یعنی مدرسۃ ست الشام خاتون بنت ایوب خواہر صلاح الدین کا بنایا ہوا دمشق میں صاحبیہ وزیر صفی الدین کا قاہرہ میں رواحیہ رواحہ کے پوتے زکی ابو القاسم ہبۃ اللہ کا دمشق میں ناصریہ ملک الناصر صلاح الدین کا قرص میں جاری تھے اور منصوریہ، عزیزیہ، ازہریہ، مصریہ، قاہریہ وغیرہ جن کے بانیوں کے نام معلوم نہیں ہیں بیت المقدس، موصل، بغداد، دمشق اور اسکندریہ میں کھلے ہوئے تھے۔

نفر - اردو میں قلی اور کم درجہ کا آدمی۔

نکبت - خواری و ذلت۔

نکبت کی زد - نکبت کا صدمہ یا اس کے صدمہ کی پہنچ یا رسائی۔

نمایش پہ دنیا کی بھولے یہ سب ہیں - کسی پر بھولنا اس کے سبب سے دھوکا کھانا یا اس پر مغرور ہونا۔

نہ محنت پہ مائل نہ قدرت کے قائل یعنی نہ محنت کرتے ہیں اور نہ اس بات کے قائل ہیں کہ کوشش سے خدا تعالیٰ ان کو مقاصد میں کامیاب کر سکتا ہے۔

نہ ہو ایک جب تک لہو اور پسینا - لہو اور پسینا ایک ہو جانے سے نہایت کوشش اور جانفشانی مراد ہے۔

نہیں جہل میں جس کے حصہ کسی کا - یعنی جس کی جہالت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ کوئی اس کی طرح جاہلیت میں نہیں ہے۔

نہیں چلتی توپوں میں تلوار ان کی - یعنی وہ دلیلیں زمانہ حال کے طریقہ استدلال کے سامنے ایسی ہی بیکار ہیں جیسے کہ توپ کے سامنے تلوار کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

نیرنگ گردوں - افسون و شعبدہ گردوں مجازاً انقلاب روزگار۔

نیشن - انگریزی میں قوم کو کہتے ہیں۔

نیم بسمل - فارسی میں تڑپنے والے ذبح کئے ہوئے جانور کو بسمل کہتے ہیں جو نہ بالکل مردہ ہوتا ہے نہ زندہ اردو میں بسمل کو نیم بسمل بھی کہتے ہیں مسدس میں نیم بسمل سے مجازاً متوسط الحال لوگ مراد ہیں جو نہ امیر ہیں نہ فقیر۔

و

وتیرہ - شیوہ - طریقہ۔

ودیعت - امانت۔

وقعت - عزت - عظمت۔

وقف کرنا - کسی شئے کے فوائد کو ہر شخص کیلئے مباح کر دینا۔

ولا - دوستی - محبت ۔

وہابی مسلمانوں کے اس فرقہ سے مُراد ہے جو صوفیہ کا طرف مقابل سمجھا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ ہائے مشدد سے ہے مگر عام محاورے میں تخفیف کے ساتھ بولا جاتا ہے ۔

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی - یہ قدیم عرب کی ایک مشہور لڑائی کی طرف اشارہ ہے جو حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ کسی کا ایک اونٹ کسی کے کھیت میں چلا گیا ۔ کھیت والی عورت نے اُسے مارا ۔ اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی ۔ اس بات پر ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی ۔ اول یہ لڑائی بنی بکر و بنی تغلب میں ہوئی شروع ہوئی تھی ۔ مگر رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبیلے اس میں شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے ۔

وہ بلدہ کہ فخرِ بلادِ جہاں تھا ۔ اس بلدہ سے مراد بغداد ہے جو ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک عباسیوں کا دار الخلافہ رہا اور آخر کو تاتاریوں نے اس کو پامال کر کے وہاں اپنی سلطنت قائم کی ۔

وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے دَر دَر - حضرت عمر کے عہد میں ایک بار کچھ سوداگر آ کر شہر سے باہر اُترے رات کو آپ اور عبد الرحمٰن بن عوف حسب عادت گشت کرنے کو وہاں گئے ان کو رات بھر میں تین بار ایک بچہ کے رونے کی آواز آئی ۔ عمر فاروقؓ ہر دفعہ اس خیمے پر جاتے اور اُس کی ماں کو ہدایت کر آتے تو کیسی بُری ماں ہے کہ تیرا بچہ اوّل رات سے بے چین ہے آخر اُس عورت نے کہا اے خدا کے بندے تو نے مجھے ساری رات دق کیا ۔ میں اس سے دُودھ پینے کی عادت چھٹواتی ہوں وہ ضد کرتا ہے ۔ کہا کیوں ؟ کہا عمر دُودھ چھٹے بغیر بچوں کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا یہ سن کر آپ بہت روئے اور اپنے جی میں کہا کہ خدا جانے مسلمانوں کے کتنے بچے میرے سبب سے ہلاک ہوئے ہوں گے ۔
اسی وقت تمام ملک میں منادی کرائی ۔ کہ کوئی اپنے بچے کا قبل از وقت دودھ نہ چھڑائے ہر مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوتے ہی اس کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جائے گا ۔

وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اُٹھاتے
امثال لقمان کی یہ کہانی مشہور ہے کہ کچھوے اور خرگوش نے ایک حد تک دوڑنے کی شرط بدی تھی ۔ خرگوش شرط بد کر سو رہا اور کچھوا برابر چلنے میں سرگرم رہا ۔ آخر وہ تو اس حد پر پہنچ گیا اور خرگوش کی اس وقت آنکھ کھلی جب وقت ہاتھ سے جا رہا ۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا - الخ اس گھر سے مُراد خانہ کعبہ ہے جو کہ بنائے حضرت سلیمان یعنی بیت المقدس سے دو سو چار سے برس پہلے اور مسیح کی ولادت سے دو ہزار برس پہلے تعمیر ہوا تھا ۔

وہ دین جس نے اعدا کو اخواں بنایا - قرآن کی آیت ذیل کی طرف اشارہ ہے "کُنتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا" یعنی تم دشمن تھے سو خدا نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور ہو گئے تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی ٭

وہ لقمان و سقراط کے دُرِّ مکنون الخ لقمان ایک مشہور حکیم ہے جو مسیح سے تقریباً چھ سو برس پہلے یونان میں ہوا ہے لقمان کی اَمثال یعنی کہانیاں مشہور ہیں - جن کی نسبت یورپ کے مورخ کہتے ہیں کہ انہوں نے وحشیوں کو شائستہ، ظالموں کو رحمدل اور سرکشوں کو فرمانبردار بنایا ہے کہتے ہیں کہ لقمان پر مقام ڈلفی پر بیدینی کا الزام لگایا گیا تھا اس لئے پہاڑ پر سے گرا کر مار اگیا - سقراط ایتھنز کا مشہور حکیم ہے جس کو مسیح سے چار سو برس پہلے زہر دے کر مار اگیا - سولن یونان کا مشہور مقنن ہے یہ بھی ایتھنز کا مشہور باشندہ تھا - بقراط - ارسطو اور افلاطون کو ردیف ب اور الف میں دیکھو ٭

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا - اس مصرع میں قرآن کی آیت ذیل کی طرف اشارہ ہے "وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ"

ہ

ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا - دکان نہ چلنے کے سبب بیکار بیٹھنا

ہجرت - وطن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا ٭

ہچکچانا - کسی کام کے کرنے میں پس و پیش یا تردد کرنا ٭

ہدیٰ - ہدایت - رہنمائی ٭

ہذیان - بیہودہ یا بے سر و پا باتیں ٭

ہر اک راہ رو کا زمانہ ہے ساتھی - یعنی آج کل جو شخص منزلِ ترقی کا راہرو ہوتا ہے خود زمانہ اس کا ممد و معاون ہے کیونکہ سلطنت کی طرف سے اس کے لئے کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور رسم و رواج وغیرہ کی مزاحمتیں بھی رفتہ رفتہ کم ہوتی جا رہی ہیں ٭

ہر اک میکدے سے بھرا جا کے ساغر الخ اس بند میں ہر میکدے میں سے ساغر بھرنے اور ہر گھاٹ سے سیراب ہونے اور ہر روشنی پر پروانے کی طرح گرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ ہر موقع سے علم و حکمت حاصل کرتے تھے - ٹیپ کے شعر میں اس حدیث کا مضمون درج ہے "اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا" ٭

ہزالِ بدن - لاغری بدن ٭

ہدف نظر چشم بد دور اور ہدف نظر دونوں محاورے ایک ہی موقع بولے جاتے ہیں ان کا اصل استعمال خوبیوں کی جگہ کیا جاتا ہے مگر طنزاً برائیوں پر بھی استعمال کرتے ہیں اور یہ زیادہ بلیغ ہے جیسے مسدس میں شاعری کی نسبت ؎

وہ ہدف نظر علم الشا ہمارا

اور بد اخلاق عالموں کی نسبت ؎

ستوں چشم بد دور ہیں آپ ہی کے

ہمتا - مانند مثل۔

ہُن - ایک سونے کا سکہ دکھن میں رائج تھا - اور محاورے میں ہُن برسنے سے دولت کی کثرت اور افراط مراد ہے - لیکن یہاں دولت علم مقصود ہے۔

ہوا اندلس اُن سے گلزار یکسر - ان دو بندوں میں چند الفاظ شرح طلب ہیں (۱) اندلس - یہ نام اسپین کا مسلمانوں نے رکھا تھا - یہاں سات سو برس تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ (۲) بیت حمرا یہ عمارت گرینڈا میں اب تک مسلمانوں کی یادگار ہے اندلس کے دوسرے خلیفہ کے عہد میں بنی تھی اور اٹھارھویں خلیفہ کے عہد میں مسلمانوں سے چھن گئی دوسرے بند میں وہاں کے مشہور شہروں اور مقامات کے نام ہیں - گرینڈا کو وہاں کے مسلمان غرناطہ کہتے تھے ولنسیہ کو بلنسیہ - بدجوز کو بطلیوس - کیڈس کو قادس - سویل کو اشبیلیہ اور کارڈوا کو قرطبہ کہتے تھے۔

ہونہار - وہ لڑکا یا پودا جس میں رشید یا سرسبز ہونے کی علامتیں پائی جاویں۔

ی

یزدانی - اس سے مراد پارسی ہیں جو ایک خیر کا اور دوسرا شر کا خالق مانتے ہیں اور پہلے کو یزداں اور دوسرے کو اہرمن کہتے ہیں۔

یغمائی - لٹیرا۔

یکایک جو برق آکے چمکی عرب کی - مراد ان کی زبان آوری اور فصاحت و بلاغت ہے۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت الخ - یعنی خدا کی غیرت کا دریا جوش میں آیا - اور وہ اپنی مخلوق کو گمراہی اور ضلالت میں بند دیکھ سکا - دوسرے مصرع میں جبل بوقبیس کی طرف ابر رحمت کے بڑھنے سے یہ مراد ہے کہ رحمتِ الٰہی عرب کی طرف متوجہ ہوئی تیسرے مصرع میں خاک بطحا سے مراد مکہ کی زمین اور ودیعت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے جس کی شہادت انبیائے سابقین دیتے چلے آتے تھے - اخیر کے دو مصرعوں کی شرح دیکھو (دعائے خلیل) میں۔

یکہ تاز - جو سوار گھوڑا دوڑانے میں بے مثل ہو۔

یمانی - یمن کے رہنے والے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا - اس میں حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

یہ تھی موج پہلی اُس آزادگی کی - یعنی جو آزادی آخر کو یورپ اور امریکہ میں پھیلی اور جس نے دنیا کے اس بڑے حصہ کو

سرسبز کیا۔ اُس کی بنیاد اول خلافت راشدہ کے زمانہ میں پڑی تھی جیساکہ مختصر طور پر مسدس میں بیان کیا گیا ہے +

یہ کہہ کر کیا علم پر اِن کو شیدا۔ اس میں حدیث ذیل کیطرف اشارہ ہے۔ الاان الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم ومتعلم +

یعنی خبردار ہو کہ دُنیا اور دنیا کی چیزیں قابل نفرت ہیں۔ بجز ذکر خدا کے یا جو اس سے ملتا جلتا ہو اور بجز عالم اور متعلم کے

یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں مصفا۔ شیر شاہ نے ایک سڑک بنوائی تھی جو چار مہینہ کے رستہ میں پھیلی ہوئی تھی اور جس پر ساسات کوس کے فاصلہ سے ایک ایک سرائے پختہ بنوائی تھی لب سڑک جا بجا کنوئیں اور مسجدیں اور مسجدوں میں امام اور موذن مقرر کیئے تھے۔ سراؤں میں ہندو اور مُسلمان نوکر تھے۔ تاکہ سب مسافروں کو آرام ملے۔ سڑک کے دونوں طرف درخت لگوا دیئے تھے۔ کوس کوس بھر پر ایک ایک منارہ بنوایا تھا۔ جس سے رستہ کا اندازہ ہو +

یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب۔ حضرت جنید بغدادی اور بایزید بسطامی تیسری صدی ہجری کے مشہور عرفا اور کاملین میں سے ہیں۔

تمت

قیمت ۱۰ / ؏